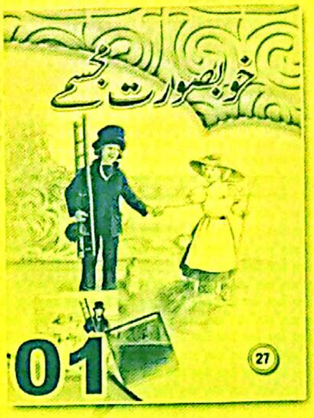
سب رنگ کہانیاں

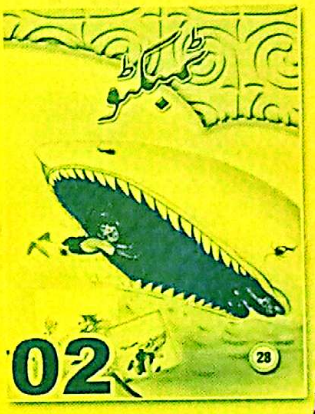


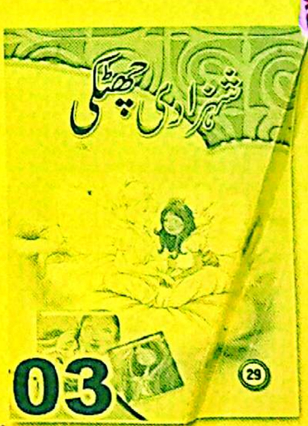
رابعہ بک ہاؤس

الکریم مارکیٹ' اردو بازار' لاہور۔ (پاکستان) فون: 042-37123555

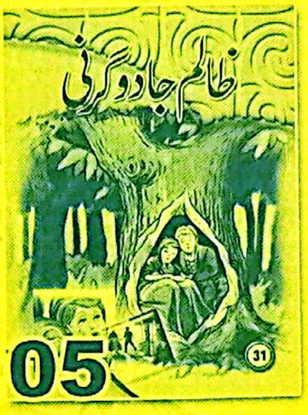
ترتیب

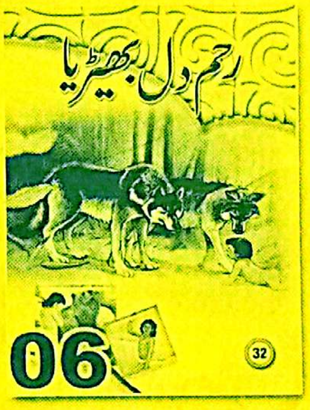

خوبصورت مجسمے
01
27

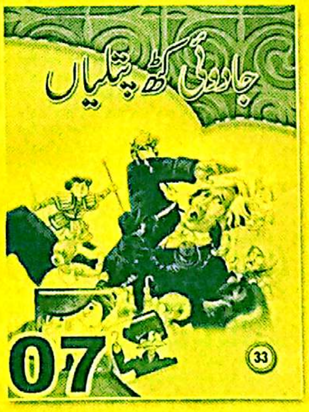

ٹمبکٹو
02
28

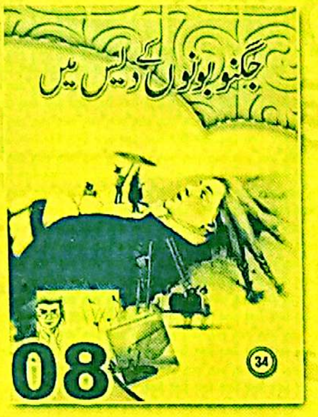

شہزادی چھپکلی
03
29

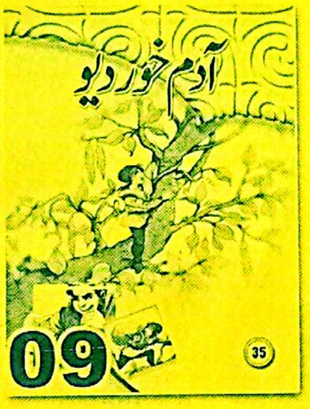

شہزادی اور بھوت محل
04
30

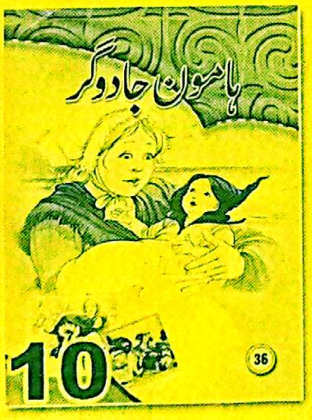

ظالم جادوگرنی
05
31

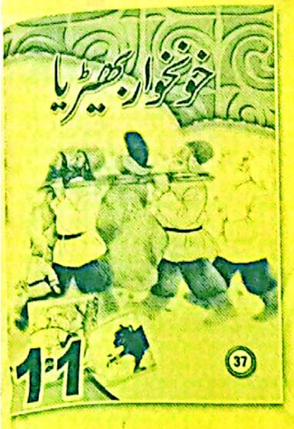

رحم دل بھیڑیا
06
32

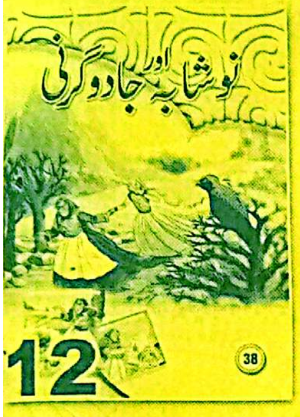

جادوئی کٹھ پتلیاں
07
33

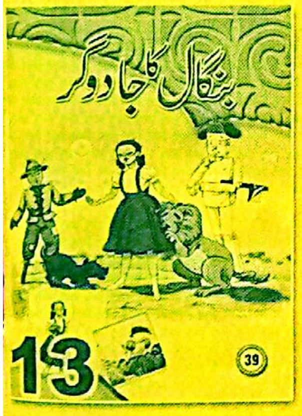

جگنو بونوں کے دیس میں
08
34

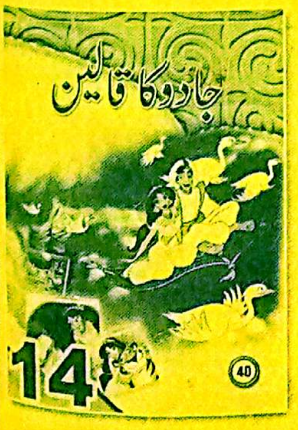

آدم خور دیو
09
35


ہامون جادوگر
10
36


خونخوار بھیڑیا
11
37


نوشابہ اور جادوگرنی
12
38


بنگال کا جادوگر
13
39


جادو کا قالین
14
40

خوبصورت مجسمے

احمد کے گھر کے ایک کمرے میں ایک بہت ہی پرانی الماری رکھی تھی۔ الماری اتنی پرانی تھی کہ وقت کی تباہ کاریوں نے اس کا رنگ روپ بگاڑ دیا تھا لیکن اس کے پرانی ہونے کے باوجود اس کی اہمیت اس لیے تھی کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں یہ قدیم دور کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس الماری کے اوپر خوبصورت بیل بوٹے کندہ کیے گئے تھے۔ اوپر کے حصے میں الماری کے بالکل درمیان میں ایک عجیب وغریب ہیئت کے حامل آدمی کی شبیہہ کندہ کی گئی تھی۔ اس کے سر پر



پہاڑی بکرے کی طرح دو بڑے بڑے سینگ تھے۔ احمد اور اس کے بہن بھائی اس شبیہہ کو کمانڈر انچیف کہتے تھے۔

کمانڈر انچیف کمرے میں موجود دو خوبصورت مجسموں کو گھورتا رہتا تھا۔ ان میں ایک مجسمہ کام کرنے والے لڑکے کا تھا جبکہ دوسرا مجسمہ چرواہے کی لڑکی کا تھا۔ دونوں مجسمے شفاف کانچ کے بنے ہوئے تھے اور دیکھنے میں بہت خوبصورت نظر آتے تھے۔



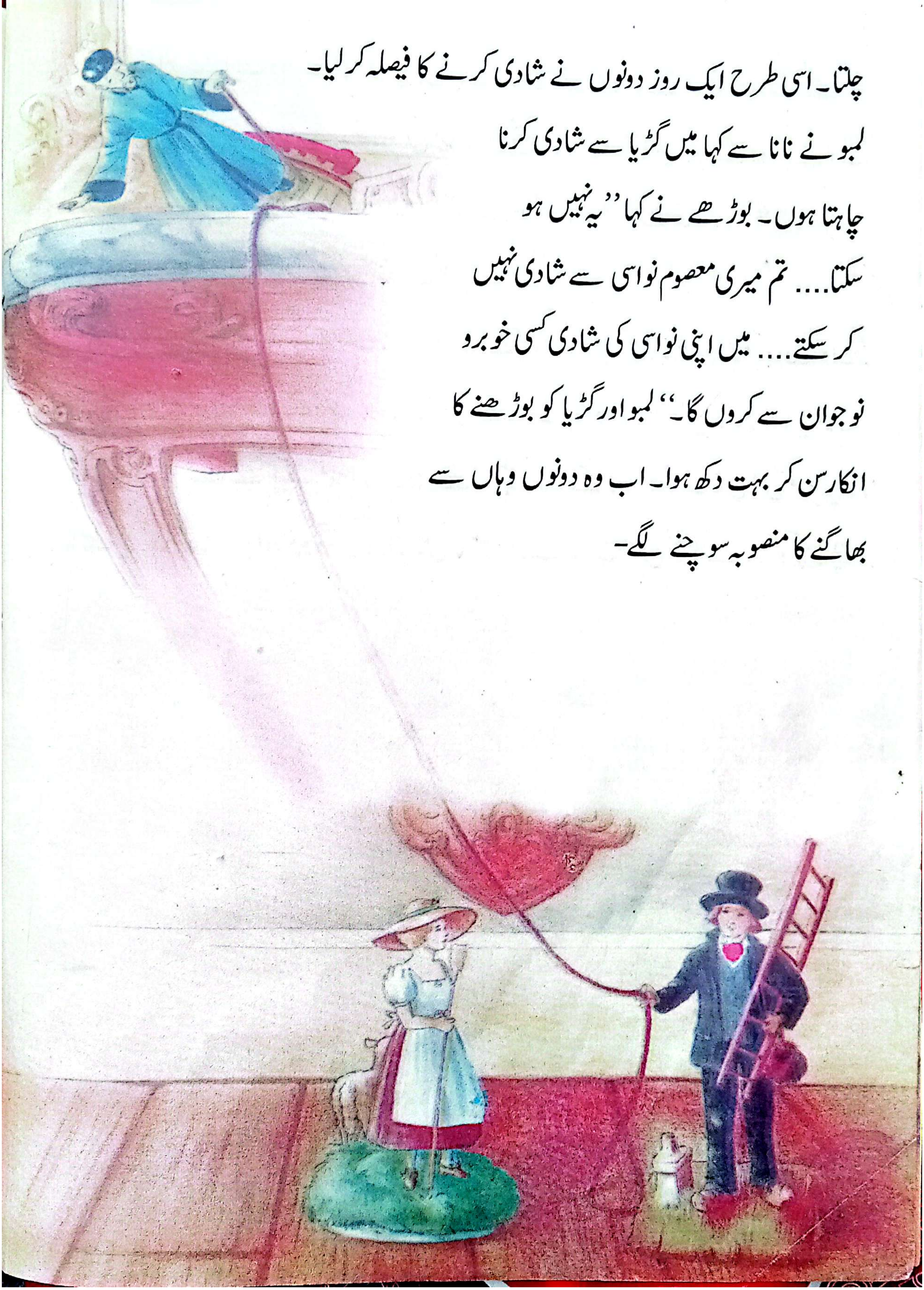
احمد کے ابو کے ایک دوست جو کہ بیرون ملک رہتے تھے انہوں نے یہ خوبصورت مجسمے ان کو سالگرہ کے موقع پر تحفہ میں دیئے تھے۔ جس میز پر یہ مجسمے رکھے تھے اسی میز کے دوسرے کونے پر ایک چینی باشندے کا مجسمہ بھی رکھا تھا۔ چینی باشندے کا مجسمہ خوبصورت تھا۔ وہ اکثر اپنا سر ہلاتا رہتا تھا۔ وہ ایک چھڑی کے سہارے کمر جھکائے کھڑا تھا۔

احمد اور اس کے بہن بھائی چرواہے کی لڑکی والے مجسمہ کو گڑیا کہتے تھے اور کام کرنے والے لڑکے کے مجسمہ کو لمبو کہا کرتے تھے جبکہ بوڑھے آدمی کے مجسمہ کو انہوں نے گڑیا کا نانا بنا دیا تھا۔

گڑیا اور لمبو کے مجسمے ایک میز پر رکھے تھے۔ جبکہ گڑیا کے نانا کا مجسمہ میں اسی میز پر ذرا زیادہ فاصلے پر رکھا تھا۔ گڑیا اور لمبو دھیمی آواز میں باتیں کرتے رہتے لیکن گڑیا کے نانا کو کچھ پتا نہ

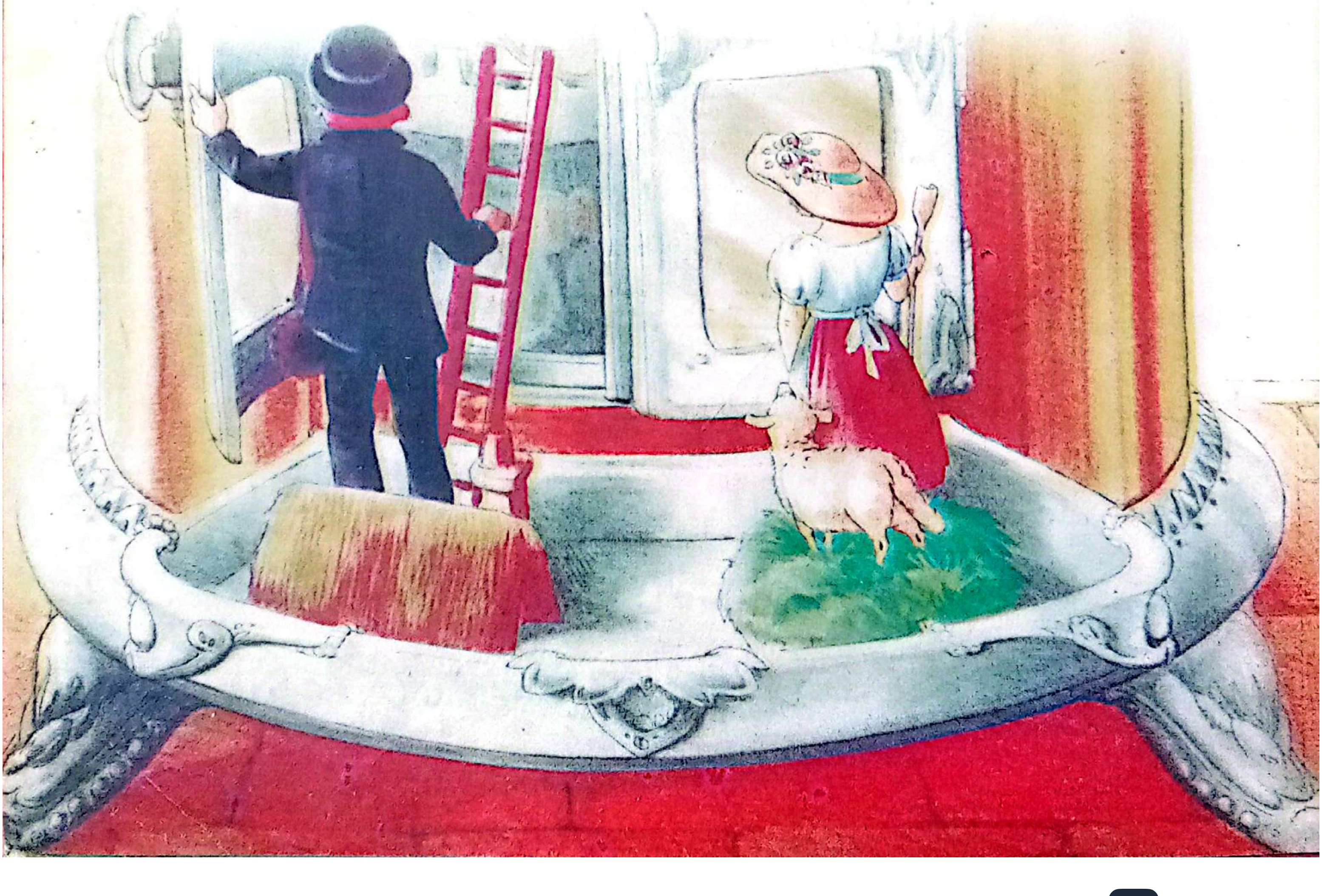


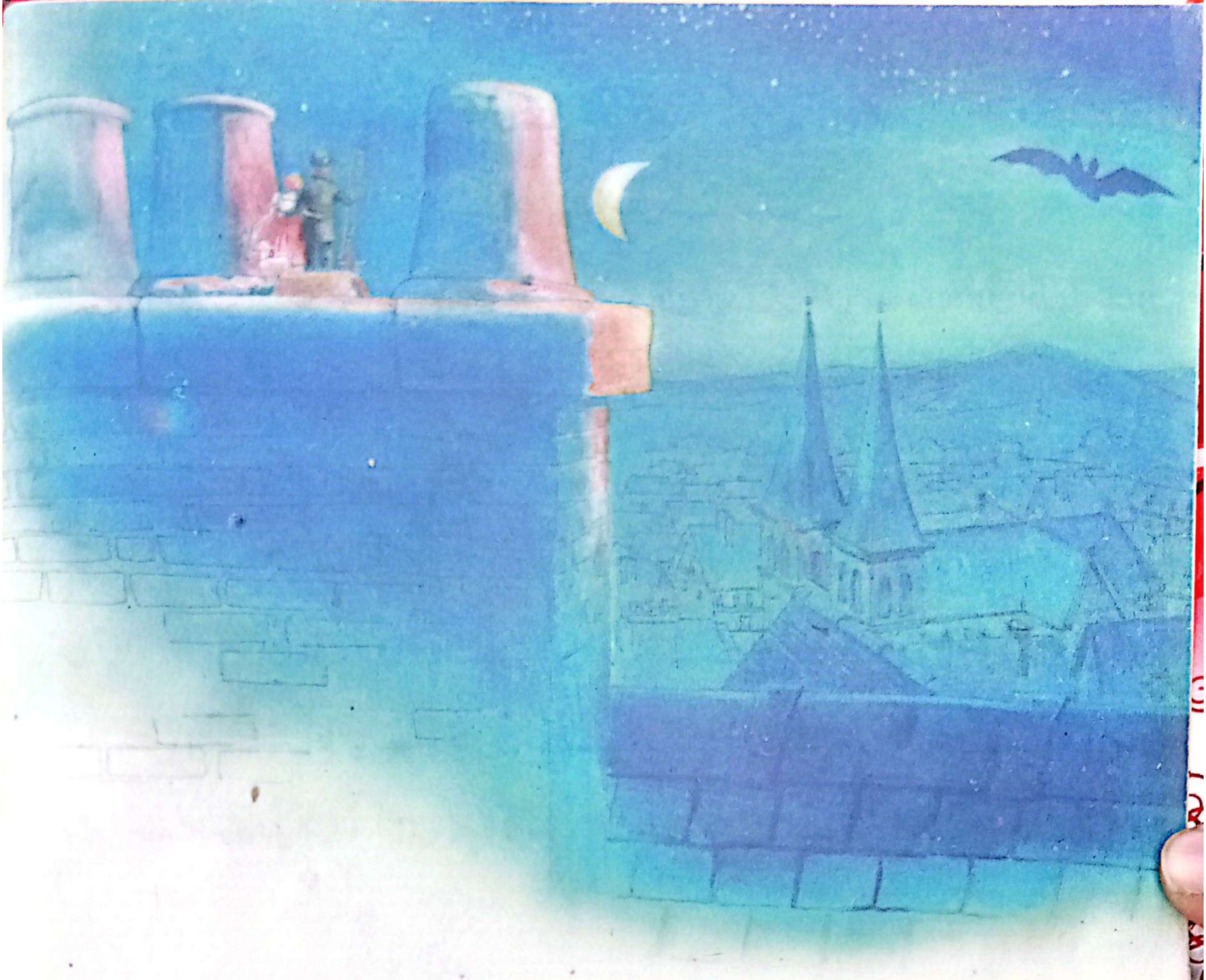
چلتا۔ اسی طرح ایک روز دونوں نے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لمبو نے نانا سے کہا میں گڑیا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ بوڑھے نے کہا ''یہ نہیں ہو سکتا.... تم میری معصوم نواسی سے شادی نہیں کر سکتے.... میں اپنی نواسی کی شادی کسی خوبرو نوجوان سے کروں گا۔'' لمبو اور گڑیا کو بوڑھے کا انکار سن کر بہت دکھ ہوا۔ اب وہ دونوں وہاں سے بھاگنے کا منصوبہ سوچنے لگے۔



کافی دن کی سوچ بچار کے بعد لمبو نے گڑیا کو کہا اس کمرے میں جو آتش دان ہے اس کے اوپر چمنی بنی ہوئی ہے۔ ہم اس چمنی کے ذریعے یہاں سے بھاگ سکتے ہیں۔ تمہیں ذرا ہمت سے کام لینا ہوگا کیونکہ چمنی کے اندر جانا بہت مشکل ہے لیکن کیا کریں اس کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی تو نہیں ہے۔

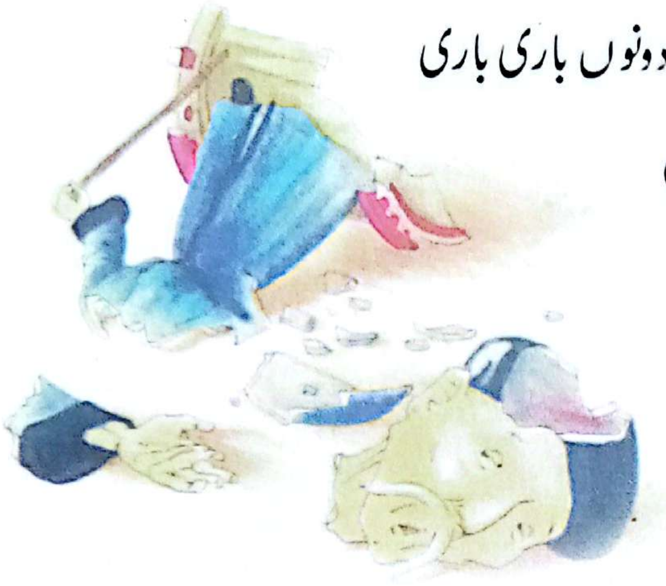
رات کے وقت جب بوڑھے نے سونے کے لیے آنکھیں بند کر لیں تو دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آتش دان تک پہنچ گئے۔ لمبو بولا ''دیکھو گڑیا پہلے میں چمنی کے اندر جاؤں گا پھر جیسے ہی میں آواز دوں تم بھی اندر چلی آنا.... شاباش ذرا ہمت سے کام لو جلد ہی ہم اس اندھیری چمنی کے راستے باہر نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر لمبو چمنی کے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں بہت اندھیرا تھا۔ لمبو کچھ دیر کھڑا آنکھیں جھپکاتا رہا۔ جب وہ کچھ دیکھنے کے قابل ہوا تو اس نے گڑیا کو





آواز دے کر بُلایا۔

چمنی کا سوراخ اوپر چھت پر نکلتا تھا۔ لمبو کے پیچھے جیسے ہی گڑیا چھت پر پہنچی تو وہ ستاروں بھرا آسمان دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس نے پہلے کبھی ایسا نظارہ نہیں دیکھا تھا۔ گڑیا یہ سب دیکھ کر بہت گھبرائی اس نے لمبو سے کہا ''میں یہاں نہیں ٹھہر سکتی.... برائے مہربانی مجھے واپس پرانی جگہ پر لے چلو.... اگر کچھ دیر اور میں یہاں ٹھہری رہی تو میں مر جاؤں گی۔'' گڑیا کی بات سن کر لمبو نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر بے سود گڑیا نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی کہ نہیں مجھے واپس لے چلو۔



آخرکار مجبوراً لمبو کو واپس کمرے میں آنا پڑا۔ دونوں باری باری
چمنی کے راستے کمرے میں آ گئے۔ کمرے میں انہوں
نے دیکھا کہ بوڑھا ان دونوں کے پیچھے آنے کی
کوشش میں نیچے گر کر اپنے پاؤں تڑوا بیٹھا تھا۔
اس کا بازو اور سر بھی دھڑ سے جدا ہو چکے تھے۔
یہ دیکھ کر گڑیا رونے لگی۔

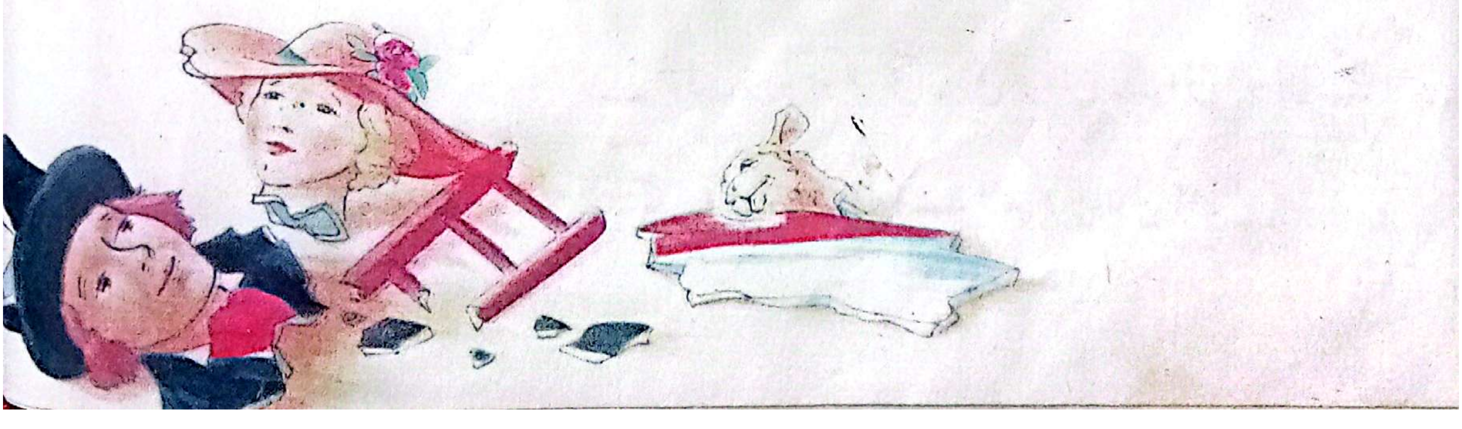
لمبو نے گڑیا کو کہا ''تم فکر نہ کرو ہم اس کا بازو گوند سے جوڑ دیں گے اور سر کو دوبارہ دھڑ کے اوپر ایک ہک کی مدد سے لگا دیں گے تم دیکھنا یہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔''

دونوں نے بہت محنت سے بوڑھے کے وجود کو جوڑا لیکن اب یہ بولنے یا حرکت کرنے کے قابل نہ تھا۔ لمبو نے بوڑھے سے پوچھا ''کیا میں گڑیا کے ساتھ شادی کرلوں۔'' بوڑھے کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو دونوں نے اٹھا کر اسے زمین پر پٹخ دیا۔ یہ دیکھ کر کمانڈر انچیف زور زور سے ہنسنے لگا.... کمانڈر انچیف کا قہقہہ اتنا بھیانک
اور گونج دار تھا کہ کمرے میں رکھی اشیاء ہلنے لگیں
اور جب میز ایک زوردار جھٹکے سے ہلی تو لمبو اور
گڑیا کا مجسمہ بھی زمین پر گر کر چکنا چور ہو گیا۔ احمد
نے خوف زدہ ہو کر چیخ ماری تو اس کے امی ابو بھاگتے
ہوئے کمرے میں آئے۔ انہوں نے احمد کو پیار کیا اور پوچھا ''کیا





بات ہے؟.... تم اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟'' تو احمد نے ان کو تمام واقعہ سنایا اور بولا امی جان میں خواب میں حرکت کرتے مجسموں کو دیکھ کر ڈر گیا تھا۔



ٹمبکٹو

پیارے بچو! کسی جگہ ایک آدمی رہتا تھا' اس کا نام دین محمد تھا۔ دین محمد بڑھئی تھا۔ وہ لکڑی کو تراشنا بھی جانتا تھا۔ لوگ اسے دینو بڑھئی کے نام سے پکارتے تھے۔

ایک دن دینو بڑھئی کو لکڑی کا ایک ٹکڑا ملا۔ یہ لکڑی نہایت قیمتی تھی۔ دینو بڑھئی نے سوچا اس قیمتی لکڑی سے کوئی ایسی چیز بنانی چاہیے جو اپنی مثال آپ ہو۔ پھر اس نے اس لکڑی کو ایک پتلے کی شکل میں تراشنا شروع کر دیا۔





دینو بڑھئی کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ پتلا حرکت کرنے لگے تو کیا ہی اچھا ہو۔

دینو بڑھئی انہی خیالات میں کھویا پتلا تراشنے کا کام کرتا رہا۔ جب پتلے کا سر اور چہرہ تراش چکا تو اس نے دیکھا کہ پتلے کی آنکھیں حرکت کر رہی تھیں۔ دینو بڑھئی پہلے تو حیران ہوا پھر اس نے جلدی جلدی پتلے کے باقی اعضاء کی تراش شروع کر دی اور جب دینو بڑھئی نے پتلا مکمل کر لیا تو وہ آگے بڑھ کر دینو بڑھئی سے لپٹ گیا۔ پتلے نے دینو بڑھئی کو بوسا دیا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔

دینو بڑھئی نے پتلے کو چلتے پھرتے باتیں کرتے دیکھ کر اس کے لیے لباس کا انتظام کیا اور اپنے اس شاہکار کا نام ٹمبکٹو رکھ دیا۔ دوسرے دن جب محلے کے بچے سکول جا رہے تھے تو دینو بڑھئی نے سوچا میرے ٹمبکٹو کو بھی سکول میں پڑھنا چاہیے، پھر اس نے ٹمبکٹو کو سکول داخل کروا دیا۔

ایک دن ٹمبکٹو سکول جا رہا تھا کہ راستے میں اُسے پانچ سکے ملے۔ ٹمبکٹو نے سکے اٹھا کر جیب میں

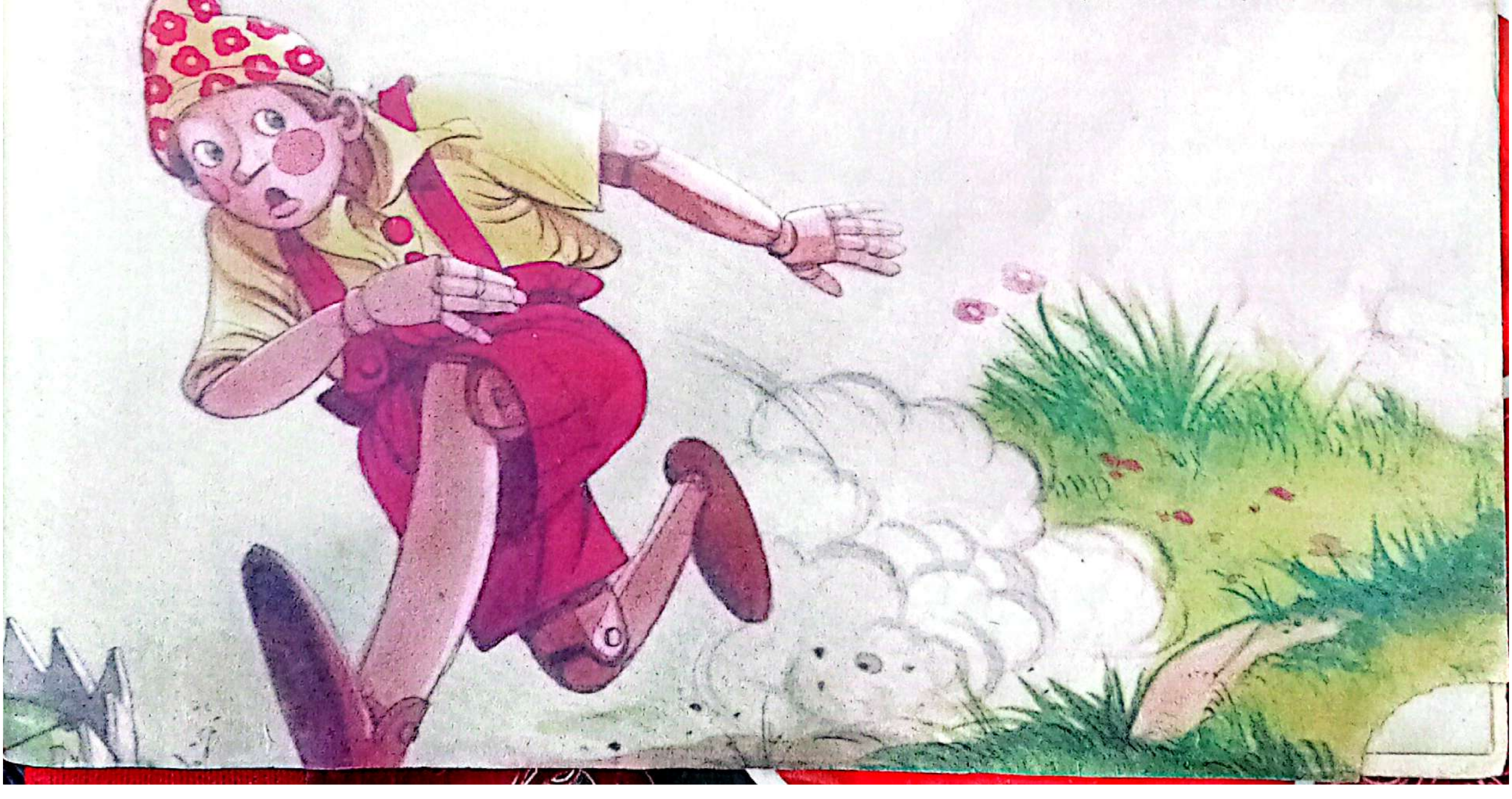
رکھے اور واپس گھر کی طرف چل پڑا۔اس نے سوچا کہ میں گھر جا کر یہ سکے اپنے ابو کو دوں گا۔اس طرح وہ کچھ دن اچھا کھانا کھا سکیں گے۔ٹمبکٹو کچھ دور ہی گیا تھا کہ اس کو ایک لومڑی آتی نظر آئی اس کے ساتھ ایک بلی بھی تھی۔دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے چلی آ رہی تھیں۔لومڑی نے ٹمبکٹو کو روکا اور کہا ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے پاس پانچ سکے ہیں۔اگر تم چاہو تو ان پانچ سکوں سے ہزاروں کی تعداد میں سکے حاصل کر سکتے ہو۔ٹمبکٹو نے پوچھا: ''وہ کس طرح؟''لومڑی بولی یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک جادو کا کھیت ہے۔اس کھیت میں اگر تم یہ سکے دبا دو تو دوسرے ہی دن وہاں ایک پودا نکل آئے گا اور اس پودے پر پتوں کی بجائے سکے لگے ہوں گے۔ٹمبکٹو نے کہا اگر ایسا ہو جائے تو میں یہ تمام سکے اپنے والد کو دے دوں گا اور وہ بہت امیر آدمی بن جائیں گے۔





لومڑی اور بلی ٹمبکٹو کو لے کر ایک طرف چل پڑیں۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے کہا ٹمبکٹو شام ہونے والی ہے ہم نے اپنے ایک دوست کو ملنا ہے۔ اب تم آگے اکیلے ہی چلے جاؤ۔ یہاں سے کچھ ہی دور تمہیں جادو کا کھیت نظر آ جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے لومڑی اور بلی اسے تنہا چھوڑ کر چلی گئیں۔

ٹمبکٹو کھیت کی تلاش میں آگے چل پڑا۔ شام کے سائے بڑھنے لگے تھے اس لئے پہلے تو ٹمبکٹو نے اپنی رفتار میں اضافہ کیا اور پھر وہ بھاگنے لگا۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ جلد سے جلد کھیت میں سکے دبا دے تاکہ کل ہی اسے ڈھیروں سکے مل جائیں۔





اچانک ٹمبکٹو کے سامنے ایک بچی آ کھڑی ہوئی۔ اس بچی کا جسم کانچ کی طرح تھا اور سر پر نیلے رنگ کے بال بڑے خوبصورت لگ رہے تھے۔ اس لڑکی نے ٹمبکٹو سے کہا تم اپنے سکے گھر لے جاؤ اور اپنے ابو کو دے دو۔ لومڑی اور بلی نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے۔ یہاں ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں سکے دبا دینے سے پودے اگتے ہوں۔ ٹمبکٹو نے سوچا ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکی مجھ سے سکے چھین لے۔ اس نے کہا: ''لیکن میرے پاس تو سکے نہیں ہیں۔'' ابھی یہ الفاظ ٹمبکٹو کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ اس کی ناک لمبی ہونا شروع ہو گئی۔ ٹمبکٹو اپنی بڑھتی ہوئی ناک دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ لڑکی نے کہا: ''دیکھو ٹمبکٹو تم نے مجھ سے جھوٹ بولا' یہ اس کی سزا ہے۔ تم جتنا جھوٹ بولو گے تمہاری ناک اتنی ہی لمبی ہوتی جائے گی۔ ٹمبکٹو نے اپنے جھوٹ سے توبہ کرتے ہوئے آئندہ سچ بولنے کا عہد کیا تو اس کی ناک خود بخود اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔

لڑکی نے ٹمبکٹو کو بتایا کہ میں ایک پری ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تم اچھے لڑکے ہو۔ لیکن دولت حاصل کرنے کے لیے اس طرح کسی کے پیچھے مت بھاگو۔ پڑھ لکھ کر بڑے آدمی بنو اور پھر خوب دولت کماؤ۔''



پری نے تالی بجائی تو ایک بڑا سا کبوتر وہاں آ گیا۔ پری نے کبوتر کو حکم دیا کہ ٹمبکٹو کو اس کے والد کے پاس چھوڑ آئے اور لڑکی کی شکل میں آئی ہوئی پری غائب ہو گی۔

کبوتر نے ٹمبکٹو سے کہا: جلدی سے میری پشت پر سوار ہو جاؤ۔ تمہارے ابو ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو کر سمندر میں تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ ہمیں فوراً ان کے پاس جانا ہے۔ ٹمبکٹو کبوتر کی پشت پر سوار ہو گیا اور کبوتر نے اڑنا شروع کر دیا۔ اڑتے اڑتے کبوتر سمندر تک پہنچ گیا۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ دینو بڑھئی ایک کشتی میں سوار سمندر میں جا رہا تھا۔ سمندر کی ایک بڑی لہر نے دینو کی کشتی الٹ دی۔ دینو بڑھئی سمندر میں جا گرا۔ کافی دیر تک وہ سطح آب پر نظر نہ آیا تو کبوتر نے ٹمبکٹو سے کہا: ”میرا خیال ہے تمہارے ابو کو کسی شارک مچھلی نے نگل لیا ہے۔ یہاں سمندر میں بڑی بڑی شارک مچھلیاں ہوتی ہیں۔



وہ بہت سے لوگوں کو با آسانی نگل لیتی ہیں۔“ ٹمبکٹو یہ سن کر خوفزدہ ہو گیا وہ کبوتر کی پشت پر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گر گیا۔ اتفاق کی بات کہ سمندر میں جس جگہ ٹمبکٹو گرا وہاں وہی شارک منہ کھولے کھڑی تھی

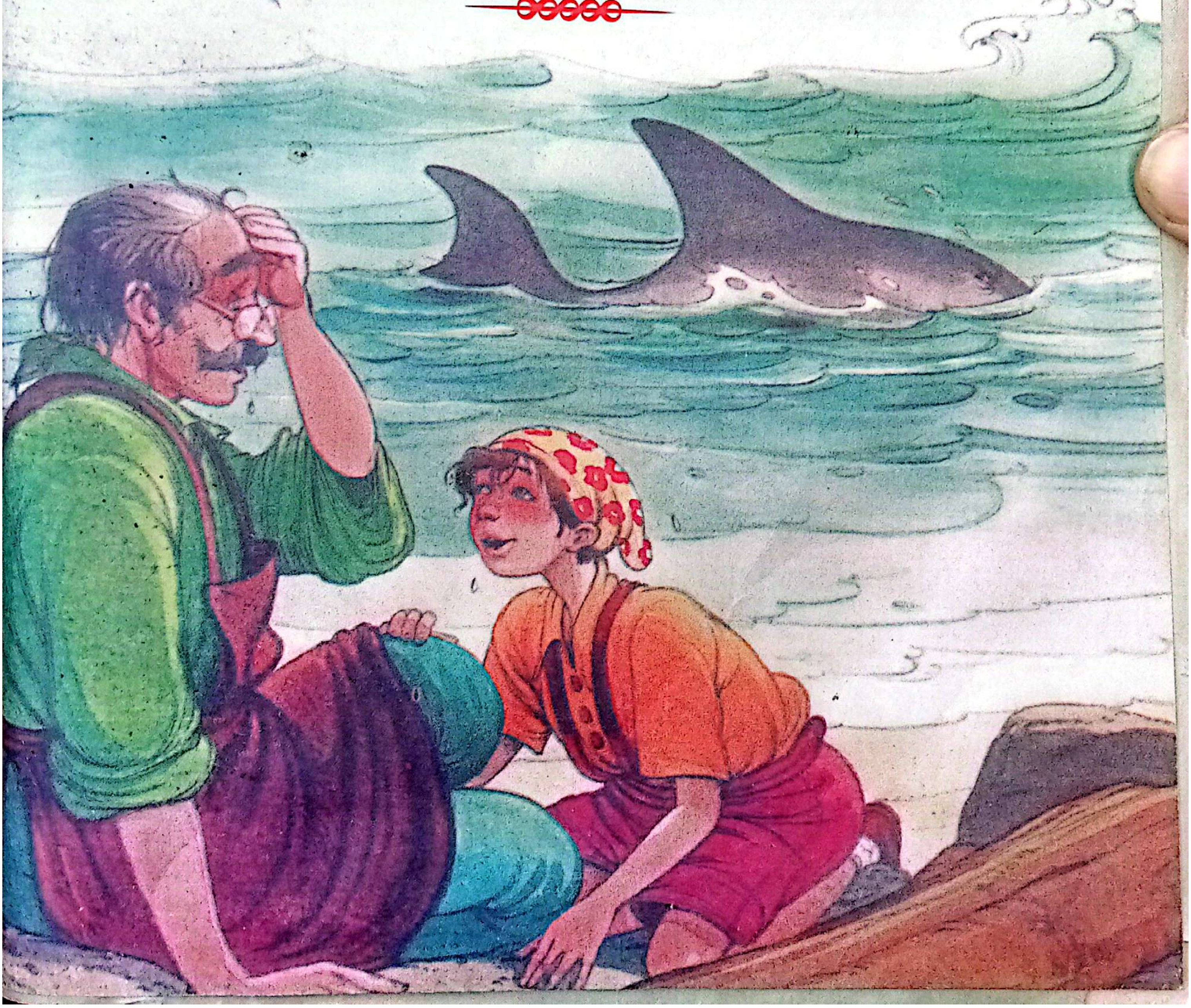
جس نے اس کے والد کو نگل لیا تھا۔ ٹمبکٹو اس کے کھلے ہوئے منہ میں گرا اور حلق سے پھسلتا ہوا شارک کے پیٹ میں چلا گیا۔ شارک کے پیٹ میں بہت اندھیرا تھا۔

جب ذرا حواس درست ہوئے تو ایک طرف اسے کوئی چمکتی ہوئی چیز نظر آئی۔ ٹمبکٹو نے قریب جا کر دیکھا تو وہاں ایک آدمی پڑا تھا اور اندھیرے میں اس کی عینک کے شیشے چمک رہے تھے۔ ٹمبکٹو اس آدمی کو کھینچ کر شارک کے حلق تک آیا یہاں تھوڑی سی روشنی تھی۔ ہلکی روشنی میں ٹمبکٹو نے دیکھا کہ وہ شخص کوئی اور نہیں بلکہ اس کے ابو تھے۔ ٹمبکٹو نے بڑی مشکل سے دینو بڑھئی کو ہوش دلایا اور کہا: ''ابو جان جلدی



اٹھیئے ہمیں ابھی اسی وقت اس شارک مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلنے کی کوشش کرنی ہے۔ کیونکہ اس وقت شارک مچھلی منہ کھولے سو رہی ہے۔ اگر اس نے منہ بند کر لیا یا جاگ گئی تو ہم یہاں سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔'' دینو بڑھئی کو ہوش آیا تو وہ جلدی سے اٹھا اور ٹمبکٹو کے ساتھ شارک کے حلق پر چڑھ کر زبان تک آ گیا اور پھر دونوں نے شارک کے منہ سے باہر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ قریب ہی ساحل تھا۔ ٹمبکٹو اور دینو بڑھئی تیرتے ہوئے ساحل تک آ گئے۔

ٹمبکٹو نے اپنے ابو کو تمام واقعات بتائے۔ نیلے بالوں والی پری کا ذکر کرتے ہوئے ٹمبکٹو آبدیدہ ہو گیا۔ اس کو کانچ کی گڑیا جیسی نیلے بالوں والی لڑکی بہت یاد آ رہی تھی۔



شہزادی چھٹکی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی گاؤں میں ایک عورت رہتی تھی۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس عورت کو چھوٹے بچے بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ اکثر دعا کرتی کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی بیٹی یا بیٹا دے دے۔

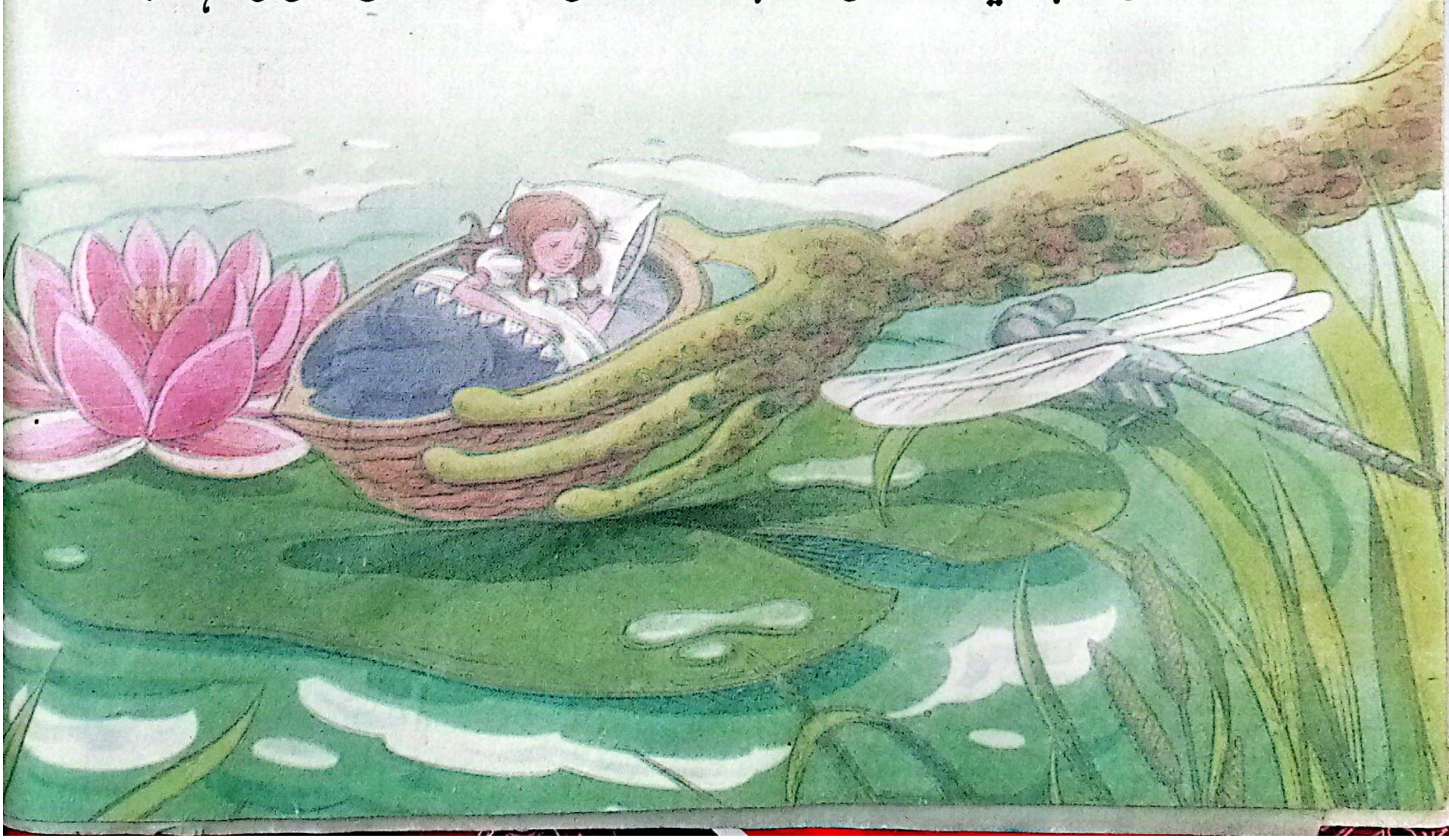
ایک روز گاؤں میں ایک جادوگرنی آئی اس نے کہا کہ میں تمہیں کچھ بیج دیتی ہوں تم اپنے گھر کے صحن میں دبا دو۔ اس عورت نے جادوگرنی سے بیج لے کر اپنے گھر کے صحن میں دبا دیئے دوسرے دن صبح اٹھ کر اس نے دیکھا کہ جس جگہ اس نے بیج دبائے تھے وہاں ایک بہت ہی خوبصورت پودا اگا ہوا تھا۔ پودے کی ایک نرم و نازک ٹہنی پر ایک بڑا سا گلابی رنگ کا پھول لگا ہوا تھا۔ اس پھول کے پتے بڑے بڑے تھے اور خوب گٹھے ہوئے تھے۔ عورت نے بے اختیار پھول کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن یہ کیا...... پھول کے پتے ایک دوسرے سے الگ ہونے لگے اور ان کے درمیان سے ایک چھوٹی سی پیاری سی بچی نکل کر باہر آ گئی۔ یہ بچی بمشکل ایک عام آدمی کے انگوٹھے جتنی بڑی تھی۔





عورت اس چھوٹی سی بچی کو دیکھ کر پہلے تو حیران رہ گئی۔ پھر اس نے خوشی خوشی اسے اٹھالیا اور اپنے آپ سے بولی ''میں اس بچی کی پرورش کروں گی......اسے اپنی بیٹی بناؤں گی۔'' اس نے بچی کا نام شہزادی چھٹنکی رکھ دیا۔ ایک بڑے سے اخروٹ کو توڑ کر اس کا گودا نکال دیا اور اس میں شہزادی چھٹنکی کا بستر لگا دیا۔

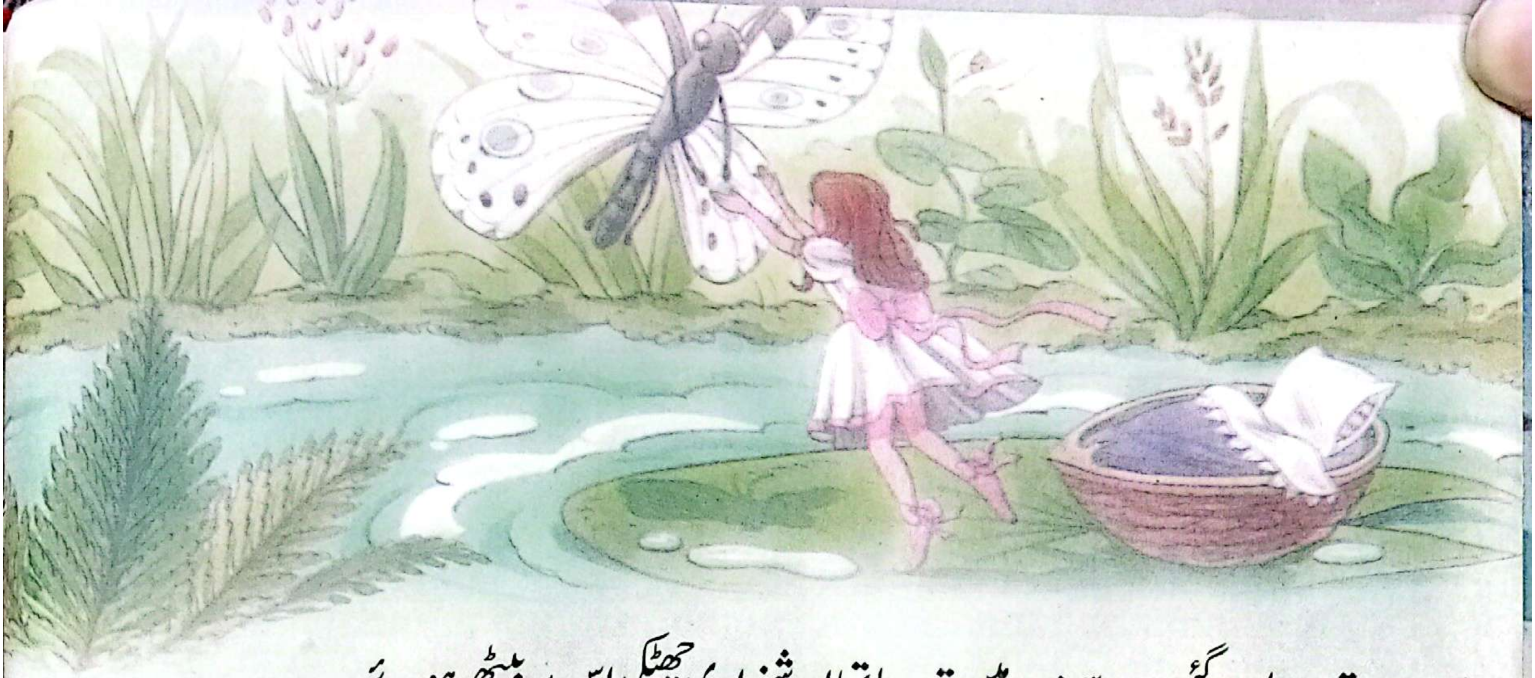
ایک دن رات کے وقت شہزادی چھٹنکی اس عورت کے بیڈ پر اپنے اخروٹ والے بستر پر سو رہی تھی کہ ایک مینڈک وہاں آیا اور شہزادی چھٹنکی کو اس کے بستر سمیت اٹھا کر لے گیا۔ اپنے گھر آ کر اس نے اپنے بیٹے مینڈک کو آواز دی اور کہا ''بیٹا! دیکھو میں نے تمہارے لئے کتنی خوبصورت دلہن تلاش کی ہے۔ چھوٹا





مینڈک پھدکتا ہوا آیا اور شہزادی چھٹنکی کو دیک کر ٹرانے لگا اور اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگا۔ مینڈک کے ٹرانے کی آواز سن کر شہزادی چھٹنکی کی آنکھ کھل گئی اس نے اپنے آپ کو ایک ویران جزیرے پر دیکھا تو رونے لگی۔ اس نے دونوں مینڈکوں کی منت سماجت کی کہ مجھے میرے گھر چھوڑ آؤ لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بڑے مینڈک نے کہا ''اب تم واپس کبھی نہیں جاؤ گی...... کل تمہاری شادی میرے بیٹے سے ہوگی اور پھر تم ہمیشہ اسی جزیرے پر رہو گی۔'' یہ کہہ کر دونوں مینڈک سمندری پانی میں غوطے لگانے لگے۔
شہزادی چھٹنکی پہلے تو بیٹھی روتی رہی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور سمندری میں تیرتے ہوئے ایک بڑے





سے پتے پر سوار ہوگئی۔ پتہ سمندر میں تیر رہا تھا اور شہزادی چھٹکی اس پر بیٹھے ہوئے آواز لگا رہی تھی'' کوئی ہے جو مجھے ان بدصورت مینڈکوں سے نجات دلائے۔''

''میں اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں...... کوئی ہے جو میری مدد کرے۔'' شہزادی چھٹکی اسی طرح بولتی جا رہی تھی اور زار و قطار رو رہی تھی کہ دو مچھلیوں نے اس کی آواز سنی۔ شہزادی کا رونا سن کر مچھلیوں کے دل پسیج گئے اور انہوں نے شہزادی کی مدد کا فیصلہ کیا۔ دونوں مچھلیوں نے آپس میں مشورہ کیا اور شہزادی کی سواری کو دھکیلتے ہوئے ایک طرف لے گئیں۔ کچھ دور جا کر انہیں ایک سفید





رنگ کی خوبصورت تتلی نظر آئی وہاں مچھلیوں نے شہزادہ کو اس تتلی کے حوالے کر دیا۔ تتلی نے شہزادی چھٹنکی کی دکھ بھری کہانی سن کر اسے تسلی دی اور اپنے ساتھ لے گئی۔

تتلی جب شہزادی کو لے کر جنگل میں پہنچی تو اس کے ساتھی نے اشہزادی کو اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے یہ تو ہم سے بالکل مختلف ہے یہ ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

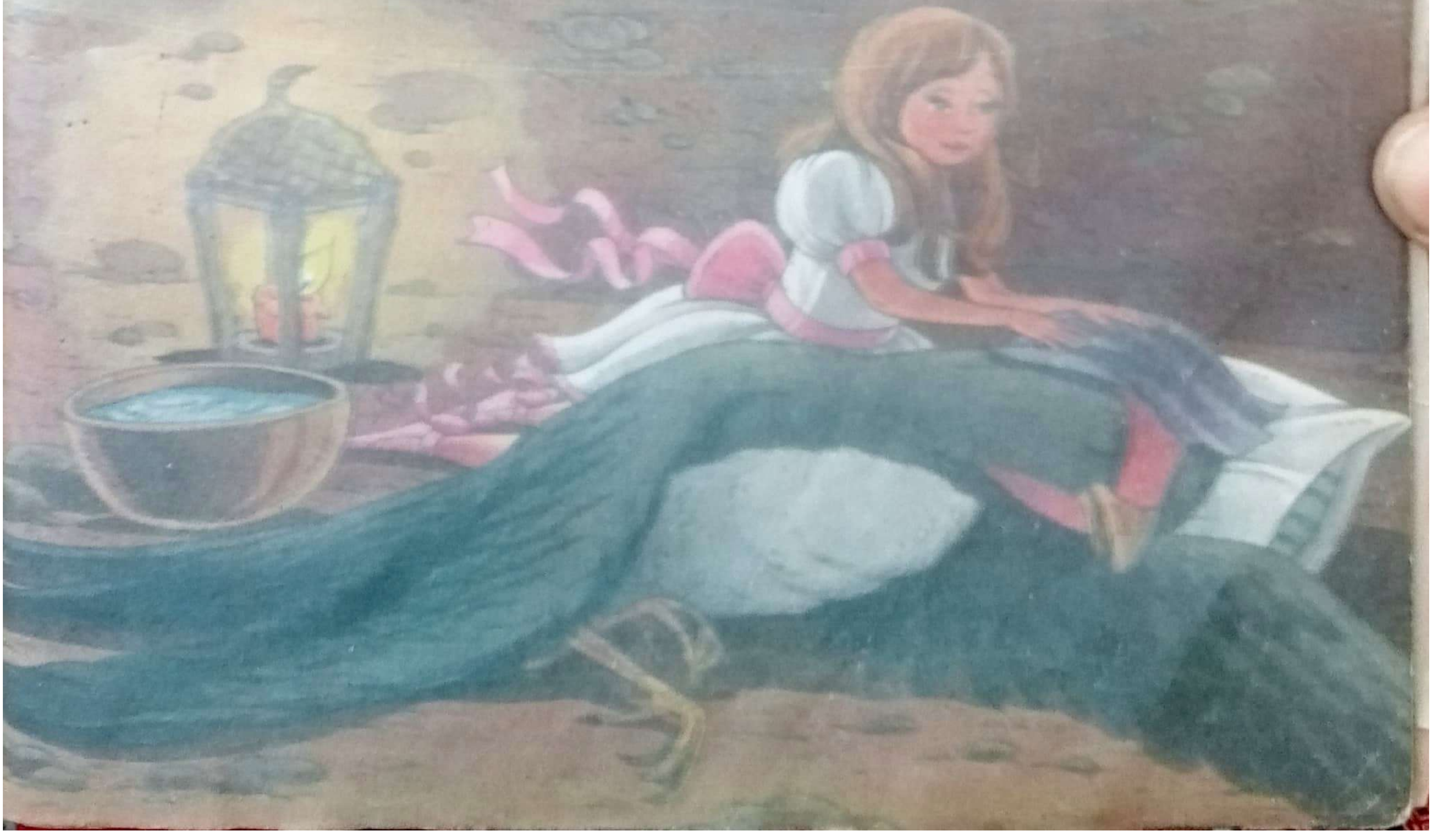
اب اس جنگل بیابان میں شہزادی چھٹنکی اکیلی وہ گئی۔ وہ سارا دن جنگل میں پھرتی رہتی اور جنگلی پھولوں کا رس پی کر گزارہ کرتی۔ وقت گزرتا رہا اور پھر وموسم سرما شروع ہو گیا۔ سردی کا احساس روز بروز بڑھنے لگا اور پھر ایک دن شہزادی چھٹنکی کو اتنی سردی لگی کہ مجبوراً اس نے ایک بہت بڑا خشک پتہ اٹھا

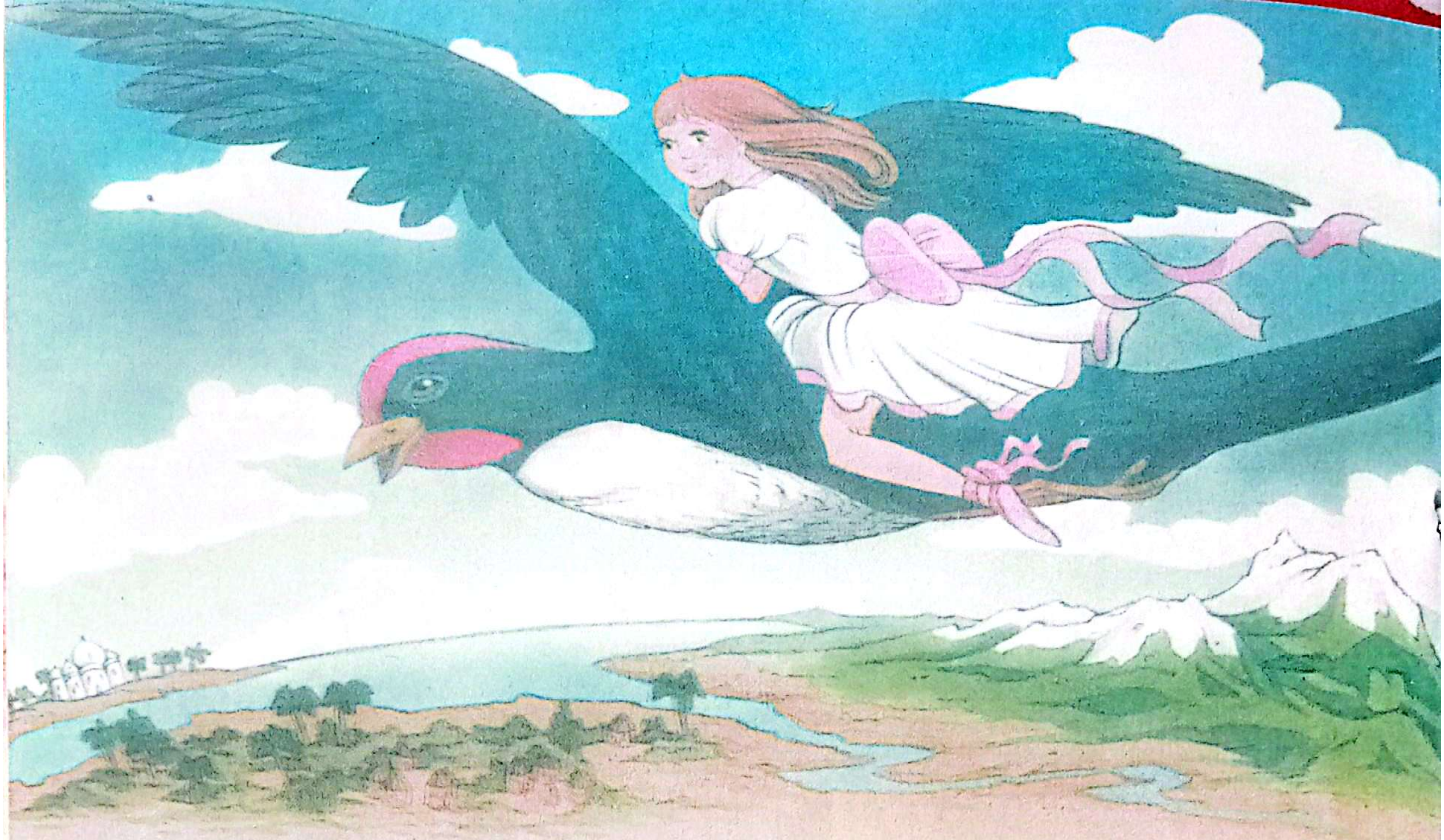


کر چادر کی طرح اوڑھ لیا۔ اس سے سردی کے احساس میں کمی تو ہوئی لیکن ابھی اسے کسی
کی ضرورت تھی۔

شہزادی چھٹنکی کسی محفوظ مقام کی تلاش میں سرگرداں تھی کہ جھاڑ جھنکار کے ایک بہت بڑے
کے پاس اس کو ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا۔ اس نے سوراخ سے اندر جھانک کر دیکھا وہاں ایک چوہیا
بیٹھی تھی۔ شہزادی نے چوہیا سے کہا" باہر بہت سردی ہے۔ کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" چوہیا نے
شہزادی کو کہا" ہاں ہاں...... آجاؤ ...... اور ادھر کرسی پر آرام سے بیٹھو۔" شہزادی اندر آ کر کرسی
بیٹھ گئی تو چوہیا بولی" تم اگر چاہو تو مرے گھر میں سردیوں کا پورا موسم گزار سکتی ہو لیکن اس کے لئے
میری ایک شرط ہے۔" شہزادی نے جلدی سے پوچھا" وہ کیا؟" چوہیا نے کہا" تم مجھے روزانہ اچھی
اچھی کہانیاں سنایا کرو گی۔" شہزادی چھٹنکی نے فوراً حامی بھر لی اور چوہیا کے ساتھ رہنے لگی۔

ایک دن چوہیا نے شہزادی چھٹنکی سے کہا" میں ساتھ اپنے ہمسائے چھچھوندر سے ملنے جا رہی
ہوں۔ اگر چاہو تو تم بھی ساتھ چلو...... اور وہاں اگر تم اسے اپنی خوبصورت آواز میں اچھی اچھی کہانیاں





سناؤ گی تو شاید وہ تم سے شادی کر لے۔ اس طرح تمہیں مستقل سکونت بھی میسر آ جائے گی۔‘‘

شہزادی چھٹنکی چوہیا کے ساتھ چھچھوندر کے گھر پہنی تو چھچھوندر نے بڑے فخر سے اسے اپنا گھر دکھایا۔ گھر دیکھتے ہوئے جب یہ تہہ خانے میں جانے لگے تو وہاں شہزادی کی نظر ایک زخمی ابابیل پر پڑی۔ شہزادی کو ابابیل کے پاس آتے دیکھ کر چھچھوندر نے غرور سے کہا ’’چھوڑو تم اس حقیر زخمی پرندے کے پاس رک کر اپنا وقت ضائع مت کرو۔‘‘ شہزادی چھٹنکی کو چھچھوندر کی یہ بات بہت نا گوار گزری۔

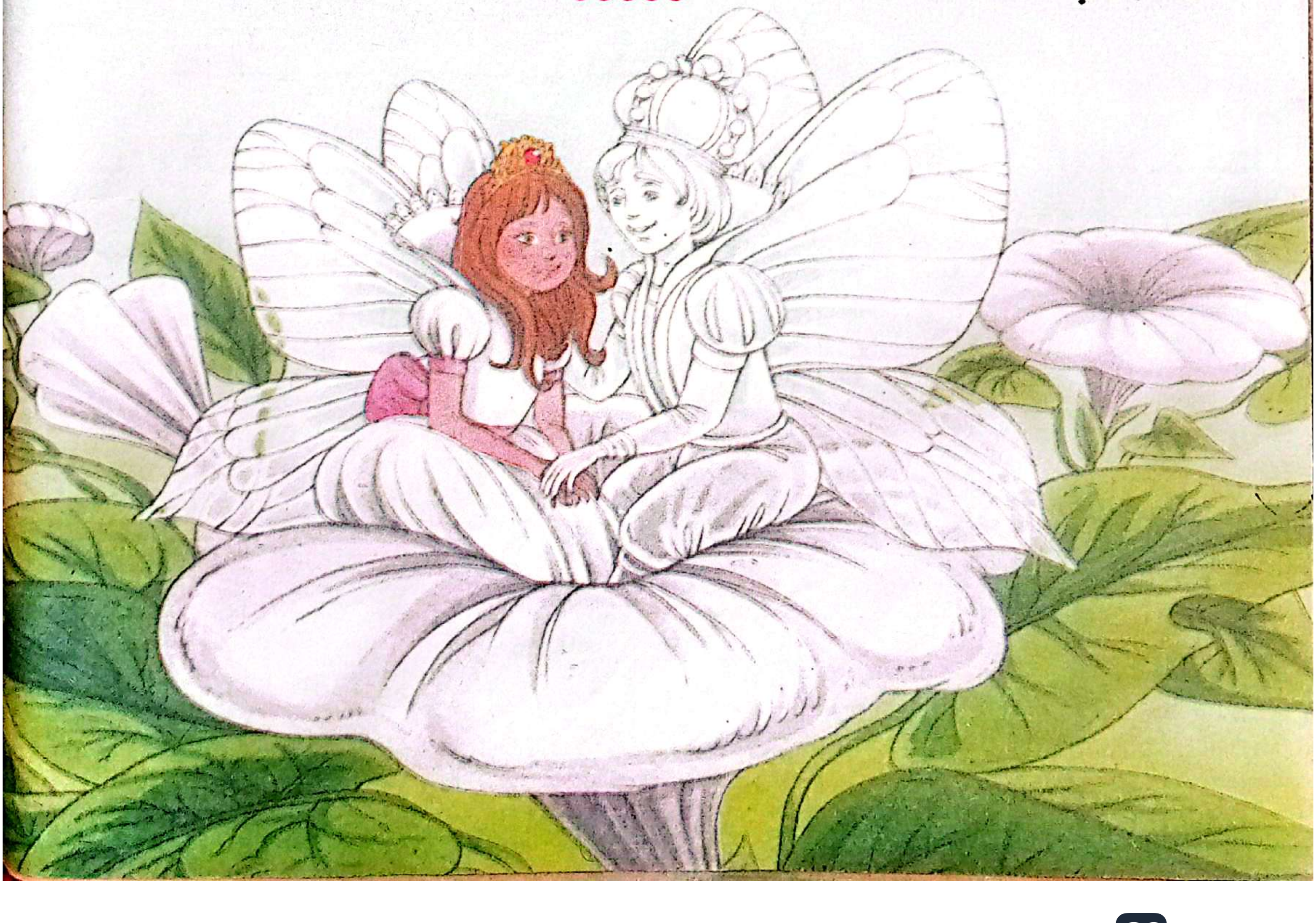
رات کو جب شہزادی سونے لگی تو اس کو ایک بار پھر اس زخمی ابابیل کا خیال آ گیا۔ وہ جلدی سے اٹھی اور ابابیل کے پاس جا پہنچی۔ شہزادی نے اس کے دل کی دھڑکن محسوس کی اور شکر ادا کیا کہ زخمی ابابیل ابھی تک زندہ ہے۔ شہزادی نے ابابیل کے زخم بھرنے لگے۔ ایک دن ابابیل نے شہزادی سے کہا ’’میں بہت جلد اڑنے کے قابل ہو جاؤں گا...... کیا تم میرے ساتھ جانا پسند کرو گی؟‘‘ شہزادی نے اسے بتایا کہ چھچھوندر اسے ابابیل کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دے گا کیوں کہ وہ شہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ ابابیل نے پوچھا ’’کیا تم بھی چھچھوندر سے شادی کرنا چاہتی ہو؟‘‘ شہزادی نے انکار میں سر ہلایا



ابابیل نے کہاتم فکر مت کرو ہم کل شام ہی یہاں سے دور نکل جائیں گے۔

پہاڑوں اور دریاؤں کے اوپر سے گزرتے ہوئے دونوں ایک خوبصورت مقام پر پہنچے۔ یہاں جابجا پودوں پر سفید رنگ کے بڑے بڑے پھول لگے ہوئے تھے۔ شہزادی نے ایک خوبرد چھوٹے سے نوجوان کو دیکھا اس کے جسم پر دو پر تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ چھوٹے نوجوان نے شہزادی چھٹنکی سے پوچھا ''کیا تم مجھ سے شادی کروگی؟'' شہزادی کے اقرار پر اس نوجوان نے اپنے پر شہزادی کی کمر سے لگائے تو اس کی کمر پر بھی دو پر نکل آئے۔

جلد ہی دونوں نے شادی کر لی اور ہنسی خوشی رہنے لگے۔ ابابیل بولا ''شہزادی چھٹنکی میں تمہاری والدہ کو بتانے جا رہا ہوں کہ تم اپنے شہزادے کے ساتھ بہت خوش ہو۔'' یہ کہہ کر ابابیل دور آسمان کی بلندیوں میں پرواز کرنے لگا۔



شہزادی اور بھوت محل

ایک سوداگر کی تین بیٹیاں تھیں۔ بڑی دو بیٹیاں بہت مغرور تھیں وہ ہر وقت خوبصورت نظر آنے کے لئے بناؤ سنگھار کرتیں، زیورات اور اچھے اچھے لباس زیب تن کرتیں۔ جب کہ ان کی چھوٹی بہن ان کے بالکل برعکس تھی۔ وہ سادہ زندگی گزارتی۔ ہر وقت گھر کے کام کاج کرتی اور یہاں تک کہ کھانا بھی خود بناتی تھی۔ سادہ رہنے کے باوجود وہ اپنی دونوں بڑی بہنوں سے زیادہ اچھی لگتی تھی۔ اس لڑکی کا نام شہزادی تھا۔







ایک دن سوداگر کو کسی دوسرے شہر جانا پڑا۔ سوداگر نے جانے سے پہلے اپنی تینوں بیٹیوں کو بلا کر پوچھا کہ تمہارے لئے کیا تحفے لے کر آؤں۔ سب سے بڑی بیٹی نے زیورات کی فرمائش کی۔ اس سے چھوٹی نے کہا ''ابا جان! میرے لئے اچھے سے کپڑے لانا۔'' شہزادی چپ چاپ کھڑی تھی۔

سوداگر نے شہزادی سے پوچھا'' تمہارے لئے کیا لاؤں؟'' شہزادی بولی'' ابا جان! مجھے کسی تحفے کی ضرورت نہیں...... پھر بھی اگر آپ اصرار کرتے ہیں تو آپ یوں کیجئے میرے لئے گلاب کا ایک پھول لے آئیے گا۔'' سوداگر نے تحفے لانے کا وعدہ کیا اور سفر پر روانہ ہو گیا۔

سوداگر نے شہر میں اپنا کام ختم کیا دونوں بیٹیوں کے لئے ان کے فرمائشی تحفے خریدے لیکن شہزادی کے لئے گلاب کا پھول نہ مل سکا۔ اپنے شہر واپس آتے ہوئے سوداگر کا گزر ایک جنگل سے ہوا۔ سوداگر نے





دیکھا کہ جنگل بیابان میں ایک عالی شان محل تھا۔ وہ اس محل کے قریب گیا۔ محل کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

سوداگر کے آواز دینے پر اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو وہ محل کے اندر داخل ہو گیا۔

محل میں خوبصورت باغیچہ تھا۔ اس باغیچے میں مختلف پھول دار پودے لگے ہوئے تھے۔ ان میں ایک پودے پر بڑے بڑے گلاب کے پھول تھے۔ گلاب کے پھول دیکھ کر سوداگر کو شہزادی کی فرمائش یاد آ گئی۔ اس نے فوراً آگے بڑھ کر گلاب کا ایک پھول توڑ لیا۔

سوداگر نے پھول توڑا ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔



سوداگر نے مڑ کر آنے والے کو دیکھا تو وہاں ایک بھوت کھڑا تھا۔ بھوت نے گرجدار آواز میں سوداگر سے کہا ''تم نے میرے باغ سے گلاب چرایا ہے...... اب تم سزا کے لئے تیار ہو جاؤ۔'' سوداگر نے بھوت کی منت سماجت کی اور اسے بتایا کہ میں یہ پھول اپنی بیٹی کے لئے لے جانا چاہتا تھا۔ بھوت نے کہا ''ٹھیک ہے تم جاؤ......لیکن کل تک اپنی بیٹی کو اس محل میں بھیج دو......ورنہ میں تم سب لوگوں کو ماردوں گا۔'' سوداگر خوفزدہ ہو کر گھر کی طرف چل دیا۔



گھر آکر سوداگر نے اپنی تینوں بیٹیوں کو بلایا اور انہیں تحفے دے دئے۔ پھر اس نے شہزادی کو بھوت کے محل والا واقعہ بتایا۔ شہزادی نے کہا ''ابا جان آپ فکر نہ کریں۔ آپ لوگوں کو کچھ نہیں ہوگا۔ میں آپ کی خاطر قربانی دوں گی۔ میں ابھی اس بھوت محل میں جاؤں گی۔ آپ مجھے اس کا پتہ بتا دیں۔'' اور پھر شہزادی بھوت محل میں پہنچ گئی۔ اس نے محل کا ایک ایک کمرہ دیکھا لیکن وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ شہزادی نے دیکھا کھانے کے کمرے میں میز پر انواع واقسام کے کھانے رکھے تھے۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی اور ابھی اس نے کھانا شروع نہیں کیا تھا کہ بھوت اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ بھوت نے شہزادی سے کہا ''میں کھانا نہیں کھاؤں گا......تم کھانا کھاؤ......لیکن اگر میں یہاں بیٹھ کر تمہیں کھانا کھاتے دیکھتا رہوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔'' شہزادی بولی ''نہیں......کیوں کہ یہ تمہارا محل ہے......تم جہاں چاہو بیٹھ سکتے



ہو۔''اور پھر شہزادی کھانا کھانے لگی۔

شہزادی کے کھانا کھانے کے بعد دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے بھوت نے شہزادی سے پوچھا''کیا میں بہت بدصورت ہوں؟''شہزادی نے سوچا اگر میں اسے کہوں گی کہ ہاں بدصورت ہو تو شاید یہ مجھے مار دے۔اس لئے اس نے کہا''نہیں......تم بدصورت نہیں ہو۔'' بھوت نے کہا''اگر میں بدصورت نہیں



ہوں تو کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟''شہزادی نے فوراً انکار کر دیا۔شہزادی کیا انکار سن کر بھوت وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔اور پھر روزانہ شام کے وقت بھوت آ کر شہزادی سے پوچھتا''کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟'' اور شہزادی کے انکار پر چپ چاپ واپس چلا جاتا۔ایک دن بھوت نے شہزادی کو اداس دیکھ کر اس کا سبب

پوچھا تو اس نے بتایا کہ مجھے ابا جان اور بہنیں یاد آ رہی ہیں۔ بھوت نے کہا "تم انہیں ملنے چلی جاؤ......لیکن جلد واپس آ جانا۔" بھوت نے اسے ایک انگوٹھی دی اور کہا تم نے جب واپس آنا ہوگا تو اس انگوٹھی سے کہنا یہ تمہیں یہاں لے آئے گی۔ پھر بھوت نے شہزادی سے کہا کہ وہ آنکھیں بند کرے۔

شہزادی نے کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے گھر میں موجود تھی۔ سوداگر اور اس کی دونوں بڑی بیٹیاں شہزادی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ شہزادی نے ان کو بتایا کہ بھوت نے اسے صرف چند دن کے لئے ملنے کی اجازت دی ہے تو وہ سب افسردہ ہو گئے۔



ایک دن شہزادی نے خواب دیکھا کہ وہ بھوت محل میں گھوم پھر رہی ہے۔ اچانک اس کی نظر پڑی ہے اور وہ دیکھتی ہے کہ بھوت اپنے باغیچے میں مرا پڑا ہے۔ خواب دیکھنے کے بعد شہزادی بے چین ہو گئی۔ اس نے سوداگر سے کہا "ابا جان! میں ابھی محل میں واپس جا رہی ہوں۔" اور پھر اس نے بھوت کی دی ہوئی انگوٹھی کو حکم دیا کہ "مجھے محل میں لے چلو۔" چند لمحوں بعد ہی شہزادی واپس محل میں پہنچ چکی تھی۔ اس نے جلدی جلدی محل میں بھوت کو تلاش کرنا شروع کر دیا لیکن تمام کمرے دیکھنے کے باوجود اسے بھوت کہیں نظر نہ آیا۔

شہزادی بڑی بے قراری سی بھوت کو تلاش کرتے ہوئے باغیچے میں آئی تو اس نے دیکھا بھوت بے ہوشی کی حالت میں ایک طرف پڑا تھا۔شہزادی لپک کر اس کے پاس گئی اور اس کے منہ پر پانی ڈال کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگی۔ بھوت نے ہوش میں آکر آنکھیں کھول دیں۔

شہزادی نے پوچھا ''تمہیں کیا ہوا تھا؟

بھوت نے جواب دیا ''میں سمجھا تم چلی گئی ہو اور وہاں جا کر مجھے بھول گئی ہو۔اب واپس نہیں آؤ گی۔اس لئے میرا برا حال ہو گیا تھا۔اور میں مرنے لگا تھا۔''



شہزادی نے کہا ''میں واپس آ گئی ہوں......اب تمہیں کچھ نہیں ہوگا......اور تم مرو گے نہیں کیوں کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں......میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

شہزادی نے اپنی بات پوری کی ہی تھی کہ ایک جھماکا ہوا اور شہزادی نے دیکھا اس کے سامنے ایک خوبرو نوجوان کھڑا تھا۔شہزادی اس نوجوان کو دیکھ کر حیران ہوگئی۔نوجوان نے بتایا کہ وہ دراصل دوسرے ملک کا شہزادہ ہے۔اسے جادوگر نے جادو کے ذریعے بھوت بنادیا تھا۔اوراس جادو کا اثر صرف



اس وقت ختم ہوسکتا تھا جب کوئی خوبصورت لڑکی اپنی مرضی سے مجھ سے شادی کرنا چاہتی۔اور شکر ہے کہ آج تم نے مجھے اس جادو سے نجات دلادی۔شہزادہ شہزادی کو لے کر اپنے ملک چلا گیا اور دونوں کی دھوم دھام سے شادی ہوگئی۔

ظالم جادوگرنی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دور کسی قصبے میں دو بہن بھائی رہتے تھے۔ بہن کا نام نائلہ تھا جبکہ بھائی کا نام نبیل تھا۔ نائلہ اور نبیل کی والدہ کے فوت ہونے کے کچھ عرصہ بعد ان کے ابو نے دوسری شادی کر لی۔ ان کی سوتیلی ماں کی بھی ایک بیٹی تھی جس کا نام فروا تھا۔ سوتیلی ماں اور فروا دونوں بہن بھائیوں کو بہت تنگ کرتی تھیں۔ گھر کا سارا کام ان سے کرواتیں۔ اور انہیں کھانے کے لئے کبھی پیٹ بھر کر روٹی بھی نہ ملتی۔ ایک دن اچانک نائلہ اور نبیل کے ابو بھی فوت ہو گئے۔ اب تو ان کی سوتیلی ماں اور فروا کا سلوک ان دونوں بہن بھائیوں کے ساتھ اور بھی بدتر ہو گیا۔

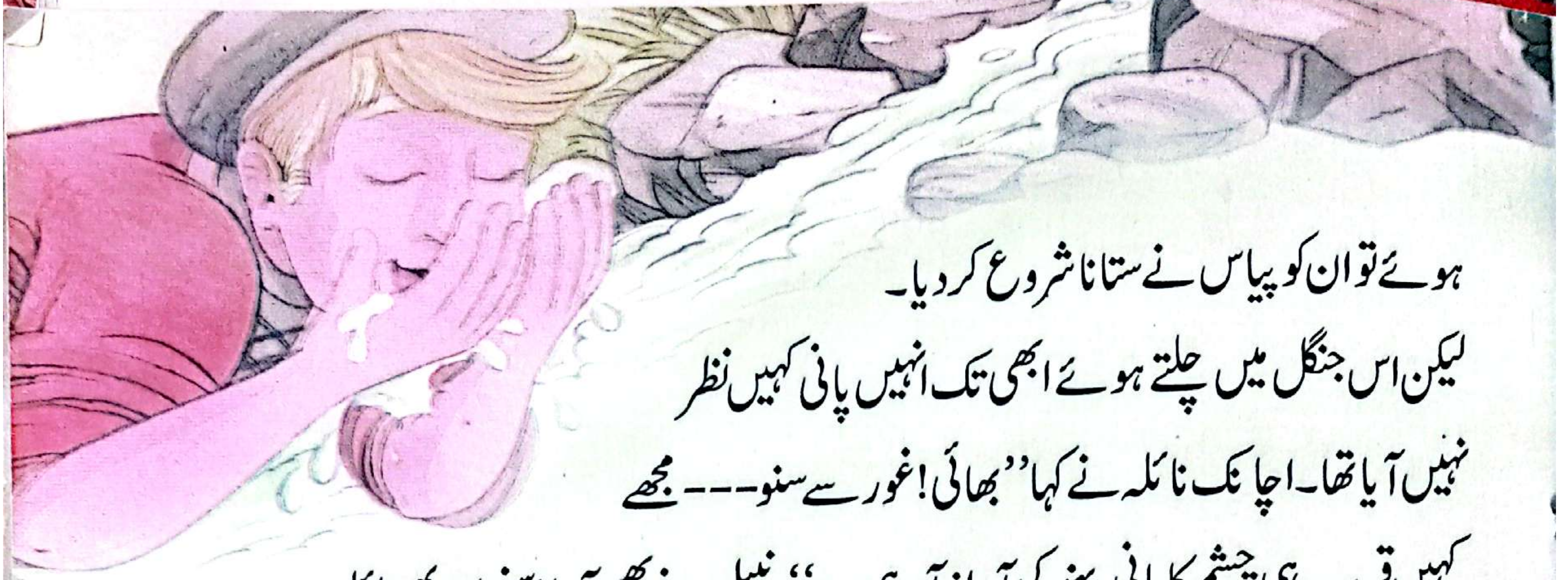




نبیل نے نائلہ سے کہا ''میرا خیال ہے اب ہمیں مزید یہاں نہیں رہنا چاہئے۔
آخر ہم کب تک اپنی سوتیلی ماں اور اس کی بیٹی کے مظالم سہتے رہیں گے''۔ نائلہ نے پوچھا ''بھائی ہم یہاں سے نکل کر کہاں جائیں گے''؟ نبیل نے اسے بتایا کہ یہاں سے تھوڑی دور دوسرے قصبے میں ہمارے چچا رہتے ہیں۔ ہم ان کے گھر چلے جائیں گے۔ اور پھر دوسرے دن صبح سویرے دونوں بہن بھائی گھر سے نکل پڑے۔

نائلہ اور نبیل کے گھر سے باہر نکلتے ہی ان کی سوتیلی ماں کو معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں گھر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ سوتیلی ماں نے نائلہ اور نبیل کا پیچھا شروع کر دیا۔ گرمیوں کے دن تھے جلد ہی سورج کی تپش بڑھ گئی۔

جنگل میں گزرتے ہوئے نبیل کی نظر ایک بہت بڑے درخت پر پڑی۔ اس درخت کے تنے میں ایک سوراخ تھا۔ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ دونوں بہن بھائی آرام سے اس میں بیٹھ گئے۔ ذرا حواس بحال



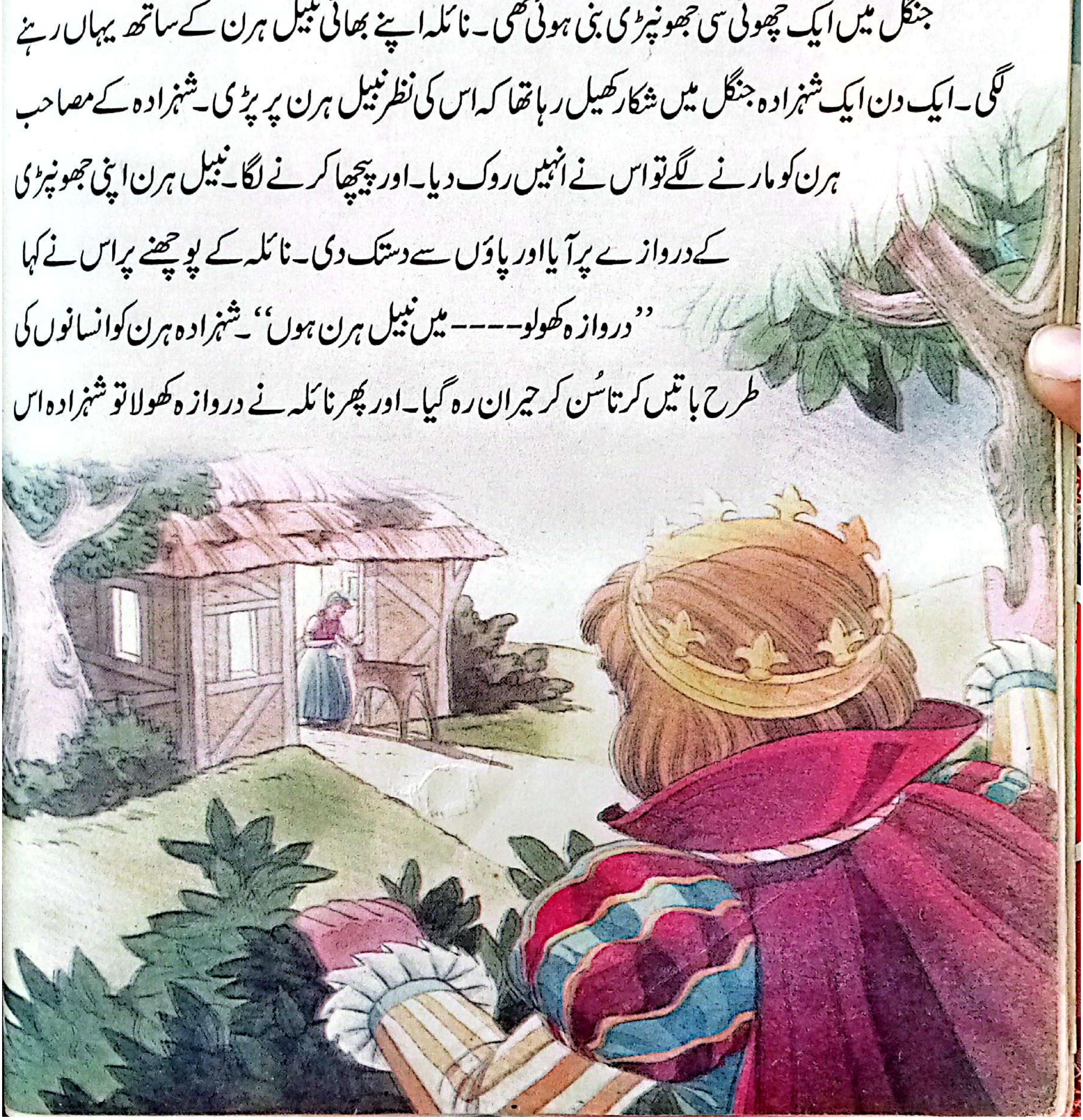
ہوئے تو ان کو پیاس نے ستانا شروع کر دیا۔

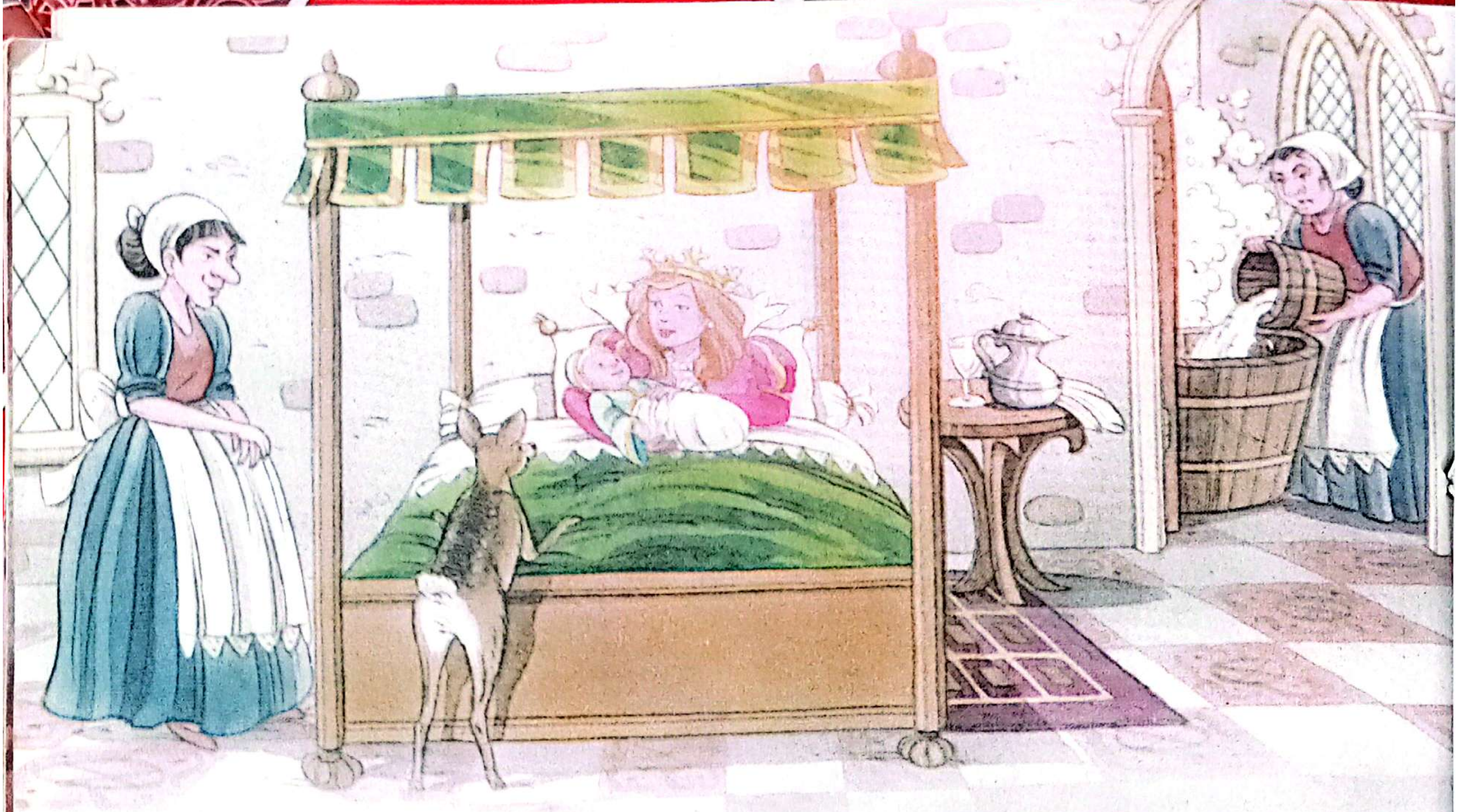
لیکن اس جنگل میں چلتے ہوئے ابھی تک انہیں پانی کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ اچانک نائلہ نے کہا "بھائی! غور سے سنو۔۔۔ مجھے کہیں قریب ہی چشمے کا پانی بہنے کی آواز آ رہی ہے"۔ نبیل نے بھی آواز سنی اور پھر نائلہ اور نبیل آواز کی سمت چل پڑے۔ آگے جا کر انہیں ایک چشمہ دکھائی دیا۔ نبیل چشمے پر پانی پینے کے لئے جھکا ہی تھا کہ نائلہ نے اس کو روک دیا اور بولی بھائی اس چشمے کا پانی نہ پینا میں نے ابھی ابھی آواز سنی ہے کوئی کہہ رہا ہے کہ اگر تم یہ پانی پیو گے تو بھیڑیا بن جاؤ گے۔ نبیل وہاں سے اٹھا اور آگے چل پڑا۔ کچھ دور انہیں ایک اور چشمہ نظر آیا۔ اس مرتبہ بھی نائلہ نے نبیل کو پانی پینے سے روک دیا کیونکہ اس نے ایک غیبی آواز سنی جس نے اسے بتایا کہ اس چشمے کا پانی پینے سے نبیل چیتا بن جائے گا۔ دونوں بہن بھائی ایک بار پھر آگے روانہ ہو گئے۔ تیسرے پانی کا چشمہ دیکھ کر نبیل پانی پینے کے لئے بے اختیار آگے بڑھا اس مرتبہ



غیبی آواز نے نائلہ کو بتایا کہ اگر اس کا بھائی یہاں سے پانی پیئے گا تو ہرن بن جائے گا۔ اس بار نبیل نے نائلہ کی بات نہ مانی اور پیاس کی شدت سے مجبور ہو کر چشمے کا پانی پی لیا۔ پانی پیتے ہی نبیل کی جگہ ایک ہرن کھڑا تھا۔ دراصل ان کی سوتیلی ماں جو کہ جادو جانتی تھی۔ اس نے چشمے کے پانی پر جادو کر دیا تھا۔ نبیل کے ہرن بننے پر ان کی سوتیلی ماں جادوگرنی وہاں سے واپس چلی گئی۔ نائلہ اور نبیل ہرن رونے لگے۔

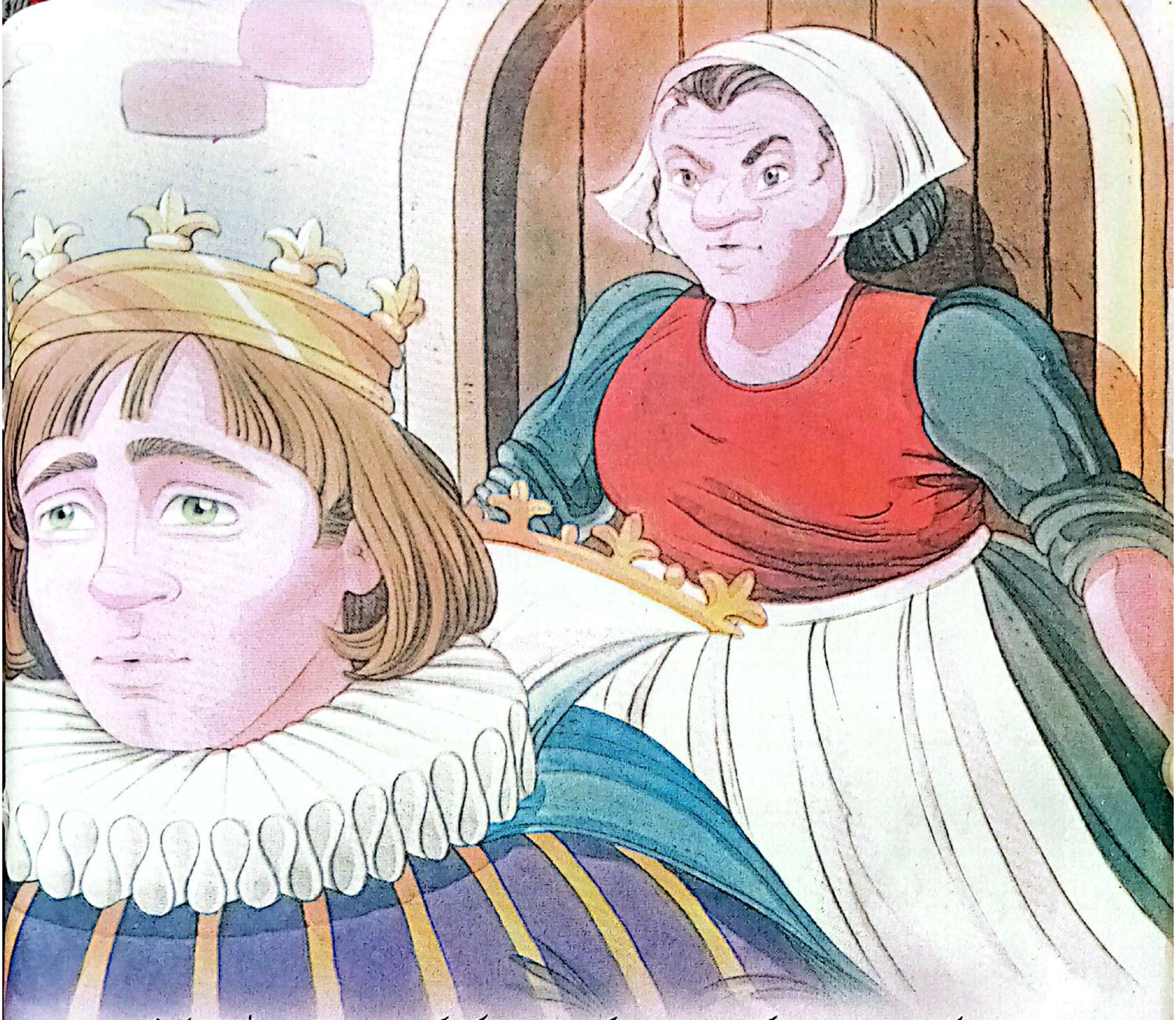
جنگل میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ نائلہ اپنے بھائی نبیل ہرن کے ساتھ یہاں رہنے لگی۔ ایک دن ایک شہزادہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کہ اس کی نظر نبیل ہرن پر پڑی۔ شہزادہ کے مصاحب ہرن کو مارنے لگے تو اس نے انہیں روک دیا۔ اور پیچھا کرنے لگا۔ نبیل ہرن اپنی جھونپڑی کے دروازے پر آیا اور پاؤں سے دستک دی۔ نائلہ کے پوچھنے پر اس نے کہا ''دروازہ کھولو---- میں نبیل ہرن ہوں''۔ شہزادہ ہرن کو انسانوں کی طرح باتیں کرتا سُن کر حیران رہ گیا۔ اور پھر نائلہ نے دروازہ کھولا تو شہزادہ اس





کی خوبصورتی سے بہت متاثر ہوا۔ دوسرے دن شہزادے نے آ کر جھونپڑی کے دروازے پر دستک دی اور نائلہ کے پوچھنے پر نبیل ہرن کے الفاظ دہرائے۔ نائلہ نے فوراً دروازہ کھول دیا لیکن وہ اپنے سامنے اجنبی نوجوان کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ شہزادے نے اسے اپنا تعارف کروایا اور کہا میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ نائلہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا لیکن اس کے لئے میری ایک شرط ہے وہ یہ کہ میں اس ہرن کو اپنے ساتھ رکھوں گی اور تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ شہزادے نے نائلہ کی شرط مان لی اور اس سے شادی کر کے اپنے محل میں لے آیا۔ ہرن بھی یہاں آ کر بہت خوش تھا وہ بھی سارا دن شاہی محل میں چوکڑیاں بھرتا رہتا تھا۔

نائلہ جو اب ملکہ بن چکی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت خوبصورت بیٹا عطا کیا۔ شہزادے کی پیدائش پر ملک بھر میں جشن منایا جا رہا تھا۔ ادھر نائلہ کی سوتیلی ماں جادوگرنی کو معلوم ہوا کہ نائلہ اس ملک کے شہزادے کی بیوی بن گئی ہے اور دونوں بہن بھائی اب شاہی محل میں رہتے ہیں تو اس کو سخت غصّہ آیا۔ جادوگرنی نے قسم کھائی کہ وہ کبھی بھی نائلہ اور نبیل کو خوش نہیں رہنے دے گی۔ پھر ایک دن جادوگرنی اپنی بیٹی فروا کے ساتھ بھیس بدل کر شاہی محل چلی گئی۔ جادوگرنی نے جادو کے ذریعے نائلہ کے خوبصورت چہرے کو

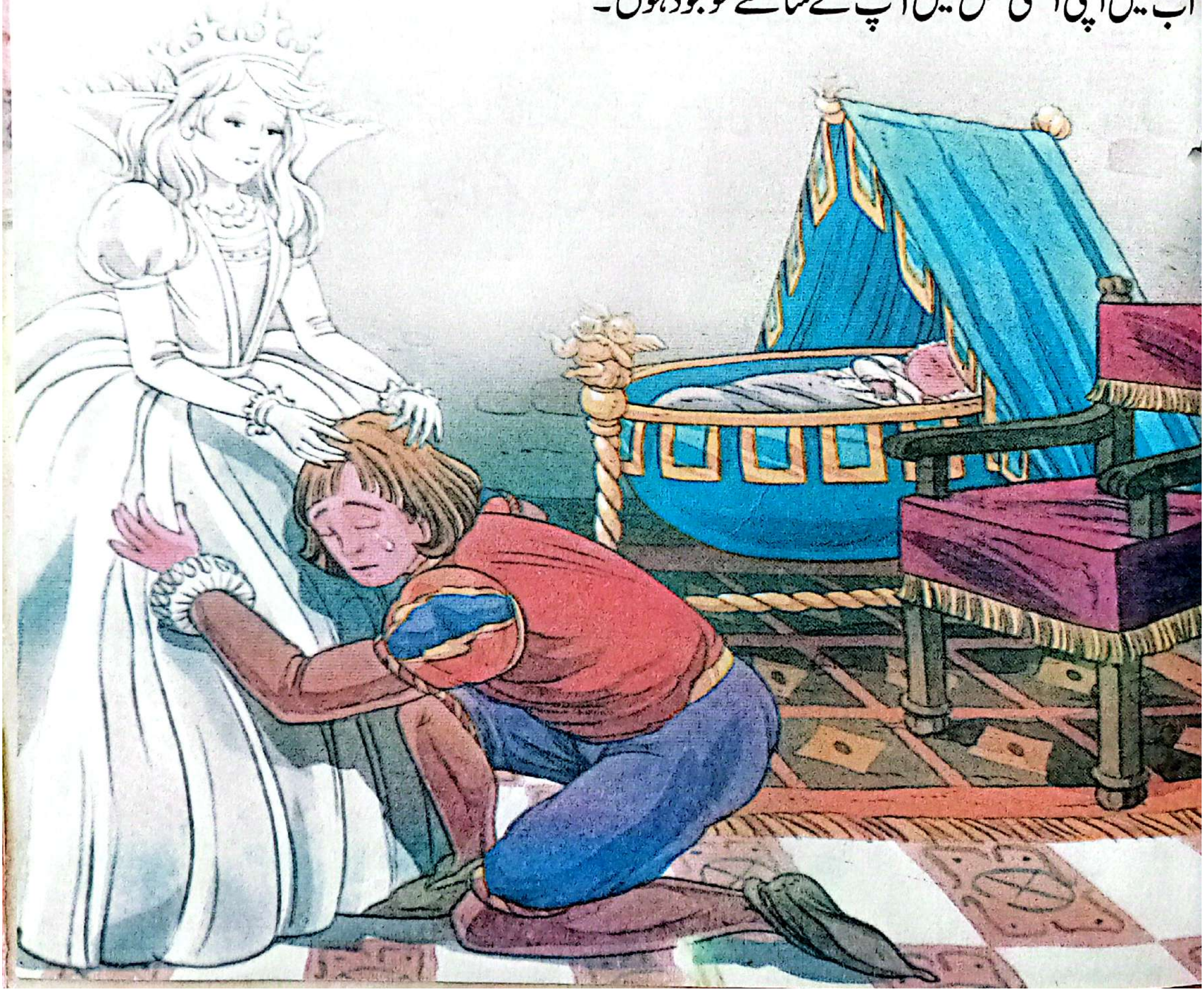


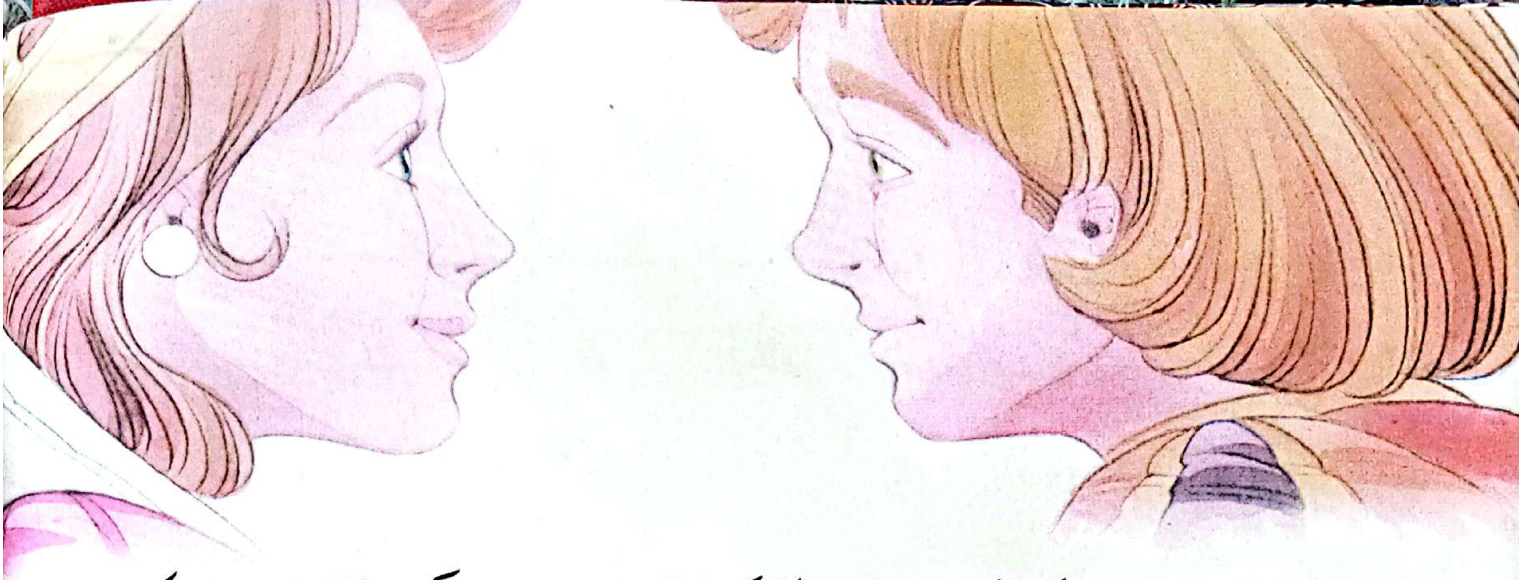
بگاڑ دیا اور اس کو ایک اندھیرے کمرے میں بند کر دیا۔ نائلہ کی جگہ اس نے اپنی بیٹی فروا کو شہزادے کے بیڈروم میں بھیج دیا۔ فروا نے اپنے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ لیا اور کمرے کی کھڑکیوں اور روشندانوں پر پردے ڈال دیئے تا کہ روشنی کم ہو جائے اور شہزادہ اس کا چہرہ اچھی طرح نہ دیکھ سکے۔

شہزادے کو اپنے کمرے میں ایک بدصورت سایہ نظر آیا۔ سائے نے شہزادے سے پوچھا ''چھوٹا شہزادہ کیسا ہے۔ اور ہرن کا کیا حال ہے''؟ شہزادے نے وہم سمجھا اور کوئی توجہ نہ دی۔ دو تین دن مسلسل اسی طرح کی آواز سننے پر ایک دن شہزادے نے اس آواز کا جواب دیا اور کہا ''چھوٹا شہزادہ بالکل ٹھیک ہے اور ہرن بھی تندرست ہے۔ لیکن تم کون ہو اور یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو''۔ بدصورت سائے نے کہا ''تم اپنے

دل سے پوچھو میں کون ہوں''۔ یہ کہہ کر سایہ غائب ہو گیا۔

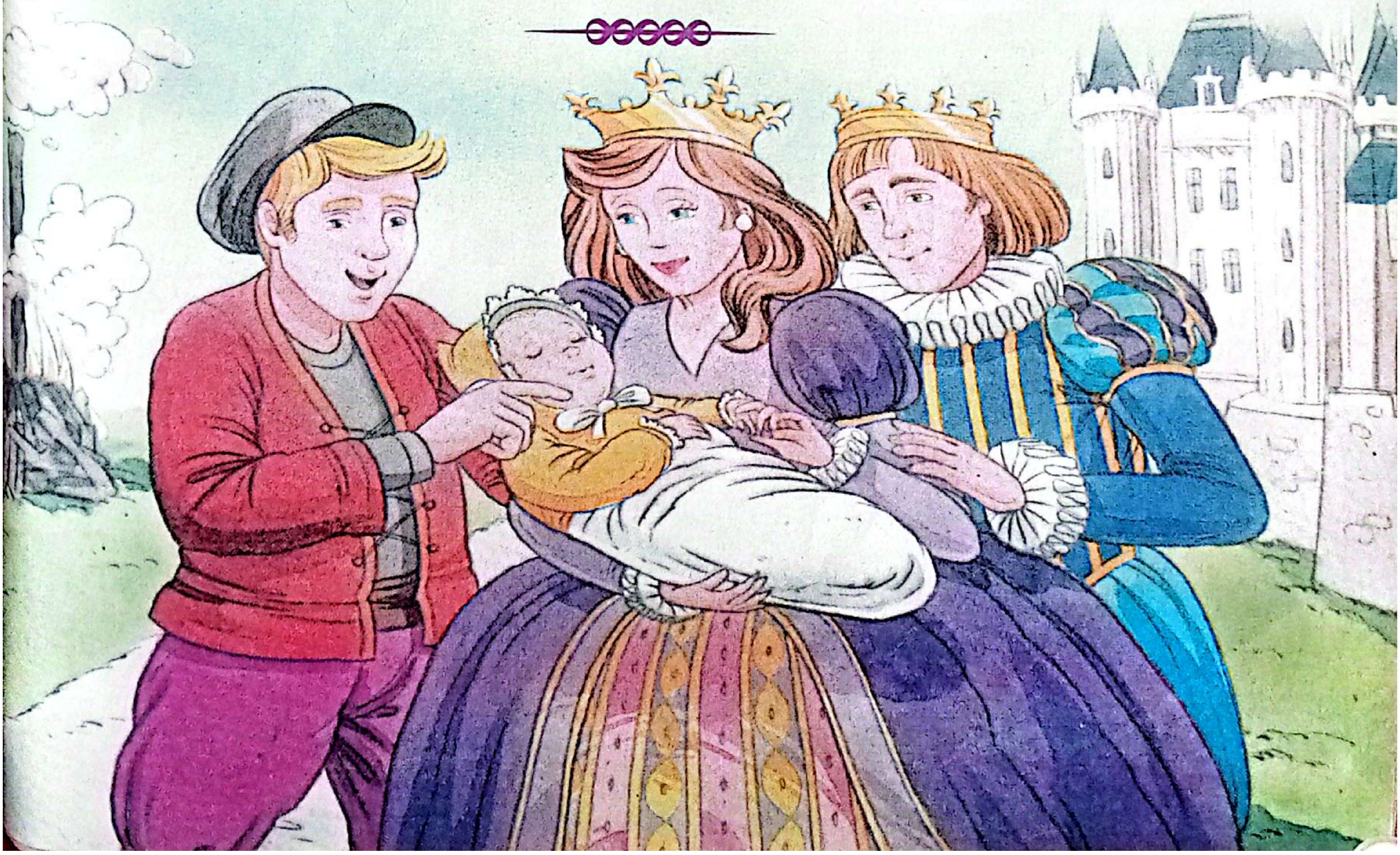
دوسرے دن سائے نے پھر آ کر چھوٹے شہزادے اور ہرن کا حال پوچھا تو شہزادے نے آواز کو بہت غور سے سنا اور خود کلامی کے انداز میں بولا ''یہ آواز تو ملکہ کی ہے۔ وہ مجھ سے کیوں شہزادے اور ہرن کا حال پوچھ رہی ہے۔ اسے تو خود ان کا حال معلوم ہونا چاہیئے۔ کیونکہ چھوٹا شہزادہ اور ہرن تو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں''۔ کمرے میں ایک دم روشنی پھیل گئی بدصورت سائے کی جگہ ملکہ نائلہ اپنی اصل حالت میں کھڑی تھی۔ اس نے شہزادے کو بتایا کہ جادوگرنی نے جادو کے ذریعے مجھے بدصورت سایہ بنا دیا تھا اور میری جگہ اپنی بیٹی فروا کو آپ کے پاس بھیج دیا تھا۔ آپ نے میری آواز پہچان لی تو اس کا جادو ختم ہو گیا اور اب میں اپنی اصلی شکل میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔





شہزادے نے جادوگرنی اور اس کی بیٹی کو گرفتار کر لیا۔ اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کو زندہ جلا دیا جائے تا کہ آئندہ یہ کسی پر ظلم نہ کر سکیں۔

ایک بہت بڑا آگ کا الاؤ جلا کر اس میں جادوگرنی اور اس کی بیٹی کو ڈال دیا گیا۔ آگ میں جل کر جیسے ہی جادوگرنی کی جان نکلی نبیل ہرن اپنی اصلی شکل میں واپس تبدیل ہو گیا۔ جادوگرنی کی موت کے ساتھ ہی اس کے جادو کا اثر بھی ختم ہو گیا تھا۔ ملکہ نائلہ اپنے بھائی کو اصل شکل میں دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ شہزادہ بھی اپنی ملکہ کی خوشی میں شامل تھا۔ پھر سب مل جل کر رہنے لگے۔

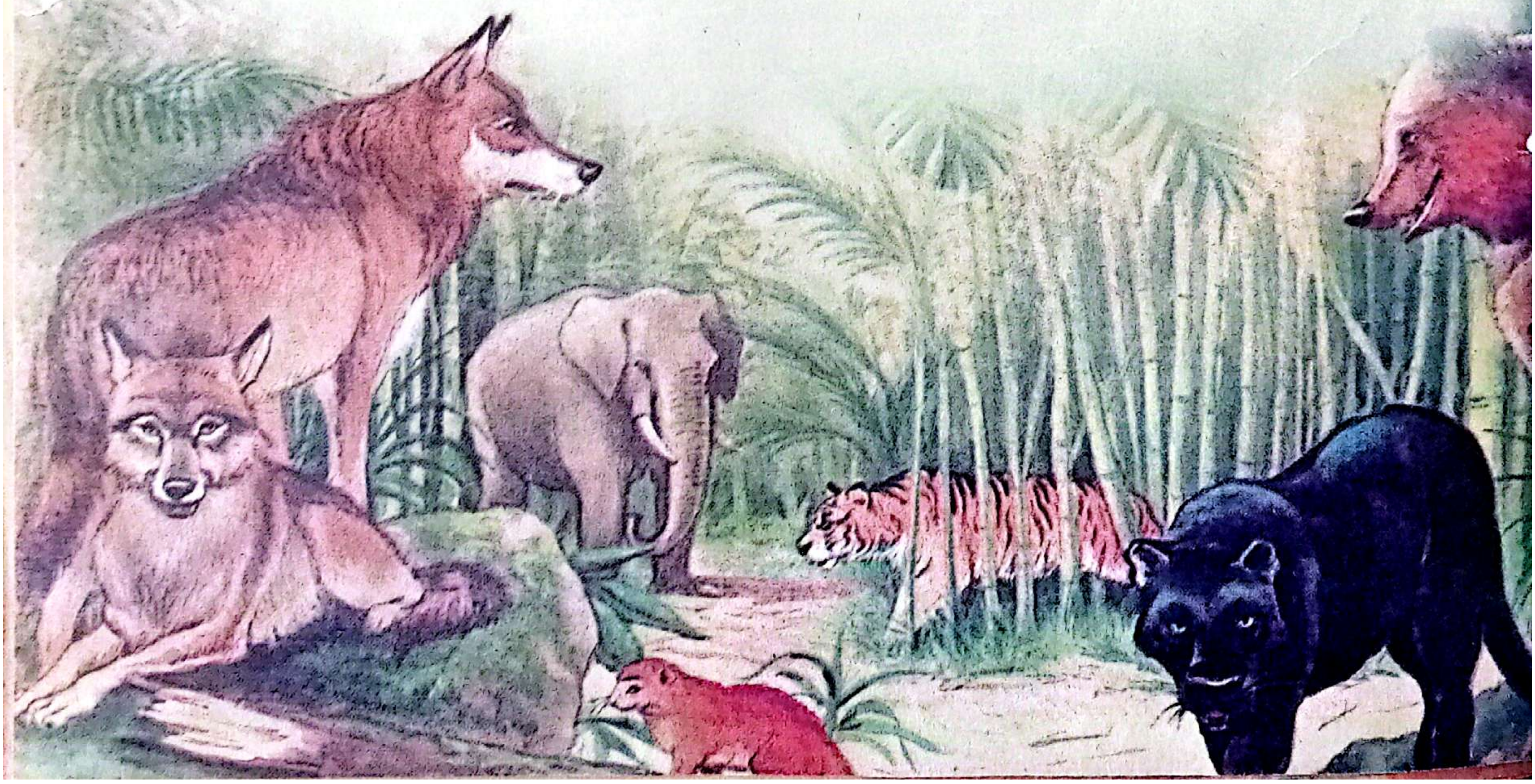


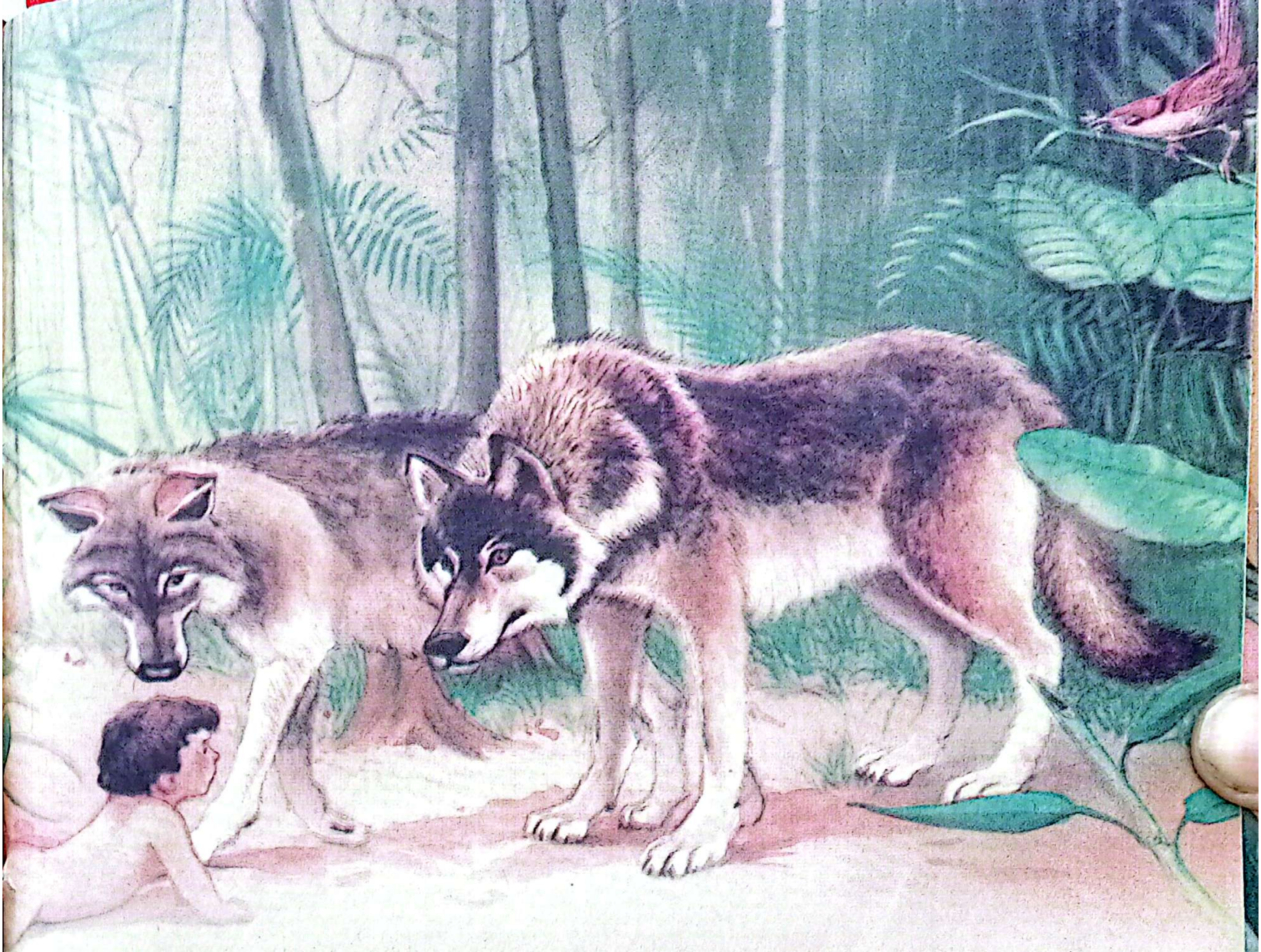
رحم دل بھیڑیا

پیارے بچو!

دور جنگل میں ریچھ، سانپ، بھیڑیا، چیتا، لومڑ اور بہت سے جانور اکٹھے رہتے تھے۔ ان کے ساتھ ہی ایک شیر بھی رہتا تھا جو کہ اپنے آپ کو تمام جانوروں کا سردار کہلانا پسند کرتا تھا لیکن اس کی مغرور اور جھگڑالو طبیعت کی وجہ سے کوئی بھی اس کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔

ایک دن بھیڑیا اپنے بچوں کے لیے شکار کی تلاش میں نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا انسان کا بچہ بالکل تنہا جنگل میں بیٹھا تھا۔ پہلے تو بھیڑیئے نے سوچا کہ انسانی بچے کو اپنے بچوں کے لیے مار دے لیکن اللہ کی قدرت کہ بھیڑیئے کے دل میں انسانی بچے کے لیے ہمدردی پیدا ہوگئی اور وہ اسے حفاظت سے اٹھا





کر اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی کو کہا کہ ”ہم اس بچے کی پرورش کریں گے۔“

ابھی وہ یہ بات کر رہا تھا کہ ایک مکار بھیڑیا ان کے گھر آیا اور بولا شیر خان جو اس جنگل کا سردار ہے۔ وہ آج اپنے شکار کی تلاش میں جنگل کے اس حصے میں آ رہا ہے۔ بہتر ہے کہ تم اس بچے کو شیر کے حوالے کر دو۔ بھیڑیئے نے کہا نہیں یہ نہیں ہو سکتا اس بچے کو میں اٹھا کر لایا ہوں اور اب میں نے اس کی پرورش کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں اس بچے کو مارنے کی کسی کو اجازت نہیں دوں گا۔ اتنی دیر میں شیر بھی ان کے پاس آ پہنچا اور بولا ”انسانی بچہ مجھے دے دو اس پر میرا حق ہے کیونکہ میں اس جنگل کا بادشاہ ہوں اور میں بچے کے ساتھ جو چاہوں سلوک کروں۔“ شیر کی بات سن کر بھیڑیئے نے پہلے تو اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا تو بھیڑیئے نے جنگل کے دوسرے جانوروں کو بلا لیا اور انسانی بچے کا معاملہ سب کے سامنے



رکھا۔ تمام جانوروں نے باری باری دونوں کے دلائل سنے اور فیصلہ دیا کہ انسانی بچہ کیونکہ بھیڑیئے کو ملا تھا اس لیے حقدار بھیڑیا ہی ہے اب اس کی مرضی ہے کہ وہ اس کو مار کر اپنے بچوں کے لیے شکار کرے یا اسے پال لے۔ یہ سن کر شیر کو بہت غصہ آیا لیکن تمام جانوروں کا فیصلہ تھا اس لیے وہ کچھ نہ کر سکا۔

اب شیر اور بھیڑیئے کی دشمنی شروع ہوگئی۔ وقت گزرتا گیا۔

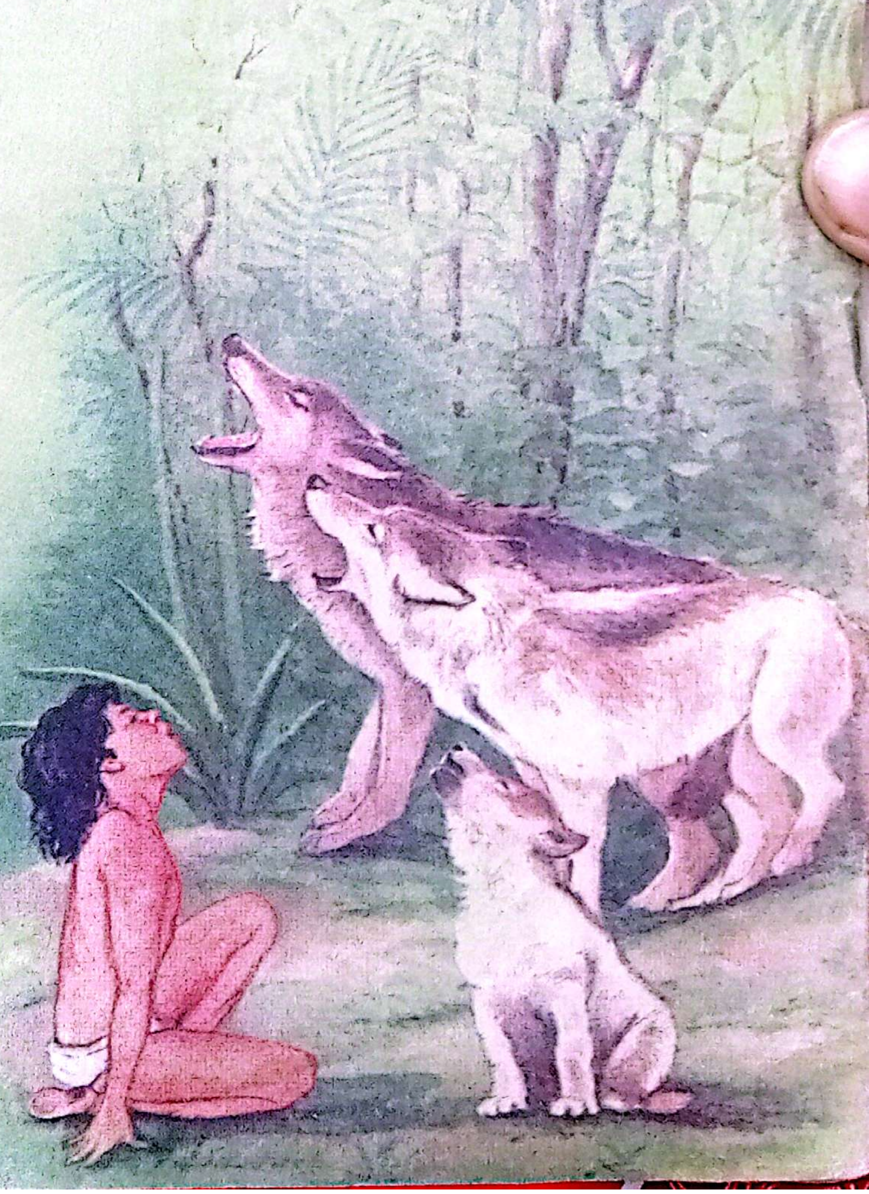


اس دوران انسانی بچہ کافی بڑا ہو گیا اور اس نے جنگل میں اپنے گر سیکھ لیے۔ جنگل کے تمام جانور اس سے مانوس ہو گئے تھے۔ وہ سب اس بچے کے ساتھ کھیلتے رہے۔ ایک دن بھیڑیا جنگل میں اکیلا گھوم رہا تھا تو موقع دیکھ کر شیر نے اس پر حملہ کر دیا۔ بھیڑیا کسی طرح جان بچا کر بھاگ نکلا اور اپنے گھر واپس آ کر اس نے لڑکے کو بلایا اور کہا "میں اب کافی بوڑھا ہو گیا ہوں اور تمہاری حفاظت کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ آج شیر نے مجھ پر حملہ کیا تھا لیکن میں بچ نکلنے

میں کامیاب ہو گیا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی دن مجھے مار دے اور پھر تم پر بھی حملہ کرے۔ تم ایسا کرو کہ قریب ہی انسانوں کی بستی میں چلے جاؤ تا کہ شیر کی دسترس سے محفوظ ہو جاؤ۔'' یہ سن کر لڑکے کو بہت افسوس ہوا۔ وہ بولا ''نہیں یہ ناممکن ہے تم نے اس وقت میری حفاظت کی جب میں بولنے، چلنے اور سمجھنے کے لائق نہیں تھا اب میں تمہیں اس حالت میں اکیلے چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔'' بلکہ میں اس ظالم شیر سے تمہارا بدلہ لوں گا اور ایسا سبق سکھاؤں گا کہ آئندہ وہ کسی کو اپنے ظلم کا نشانہ نہ بنا سکے۔'' بھیڑیئے نے کہا ٹھیک ہے اگر تم میری مدد کرنا ہی چاہتے ہو تو سنو قریب کی بستی میں ایک سرخ رنگ کی چیز ہے جسے تمام انسان آگ کہتے ہیں تم کسی طرح وہ لے آؤ اس سے جنگل کے سب جانور بہت ڈرتے ہیں لیکن دیکھو اسے ہاتھ لگانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ تمہیں بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ سن کر لڑکا قریبی بستی گیا اور ایک گھر سے آگ میں جلتی لکڑی اٹھا کر بھاگ آیا اور جنگل میں شیر کی تلاش شروع کر دی۔

ادھر گیدڑ نے شیر کو جا کر بتا دیا کہ لڑکا تم سے لڑنے کے لیے آرہا ہے اور اس کے پاس سرخ رنگ کی کوئی چیز ہے۔

شیر دھاڑ کر بولا ''اس بد بخت کی یہ جرات'



جانتا نہیں میں اس جنگل کا سب سے طاقتور جانور ہوں پھر وہ کیوں مجھ سے لڑنے کی بات کرتا ہے۔''

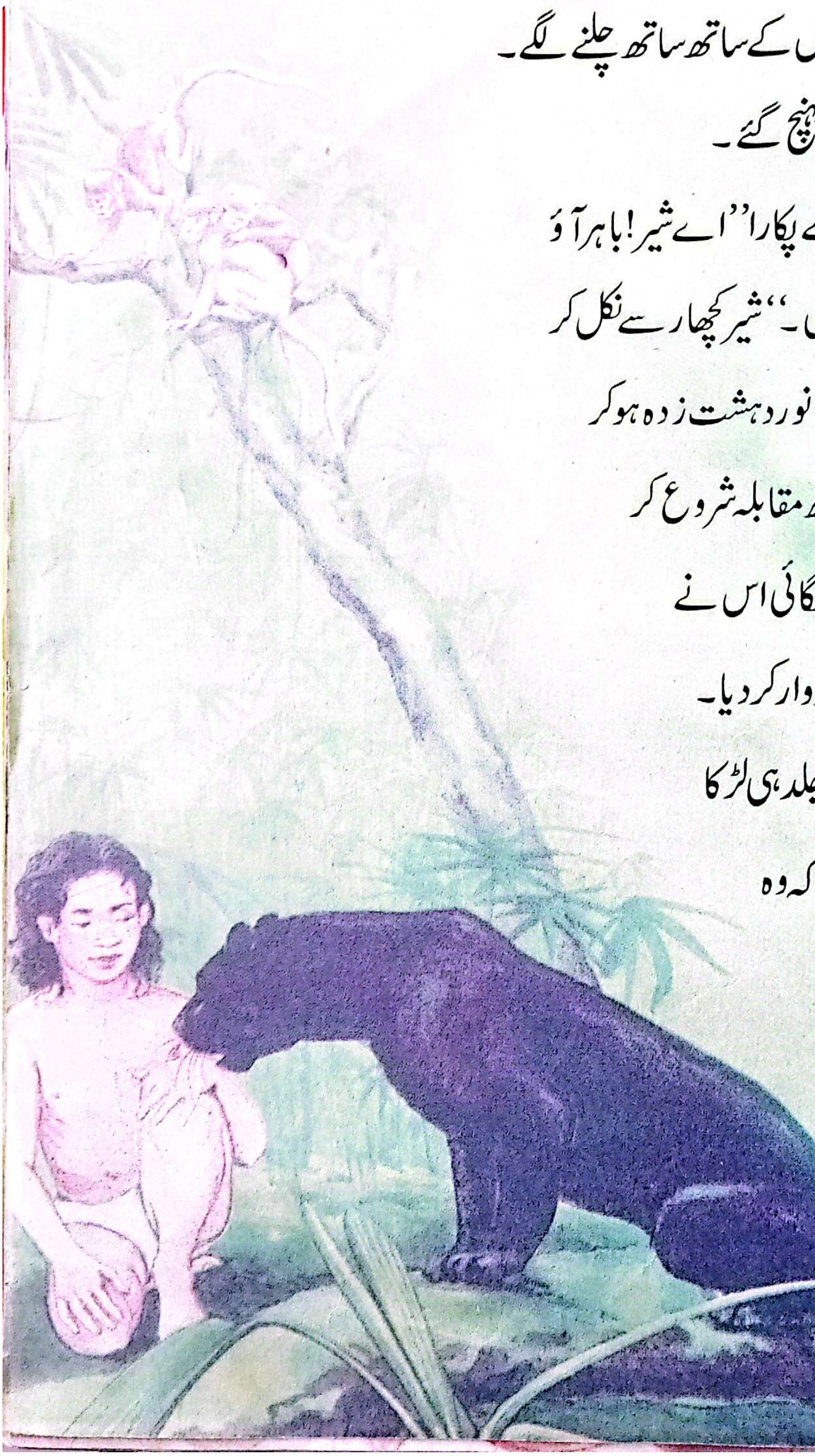
دوسری طرف لڑکے نے اپنے تمام دوست جانوروں کو اکٹھا کیا اور بتایا کہ آج میں اپنے محسن بھیڑیئے کا بدلہ لینے اور آئندہ کے لیے تم لوگوں کو شیر کے ظلم سے نجات دلانے جا رہا ہوں۔''

لڑکے کی بات سن کر بہت سے جانور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

آخر کار وہ سب شیر کی کچھار کے قریب پہنچ گئے۔

وہاں پہنچ کر لڑکے نے زور سے پکارا ''اے شیر! باہر آؤ میں تم سے اپنے محسن کا بدلہ لینے آیا ہوں۔'' شیر کچھار سے نکل کر بہت زوردار آواز سے دھاڑا۔ سب جانور دہشت زدہ ہو کر بھاگ نکلے لیکن لڑکے نے شیر کے ساتھ مقابلہ شروع کر دیا۔ شیر نے جیسے ہی لڑکے پر چھلانگ لگائی اس نے آگ والی لکڑی ہوا میں لہرائی اور شیر پر وار کر دیا۔

جلتی ہوئی لکڑی لگنے سے شیر بلبلا اٹھا۔ جلد ہی لڑکا شیر پر حاوی ہو گیا اور شیر کی اتنی پٹائی کی کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔



لڑکے نے شیر کی کھال اتاری اور لا کر اپنے محسن بھیڑے کو دکھا کر کہا ''آج کے بعد وہ وحشی



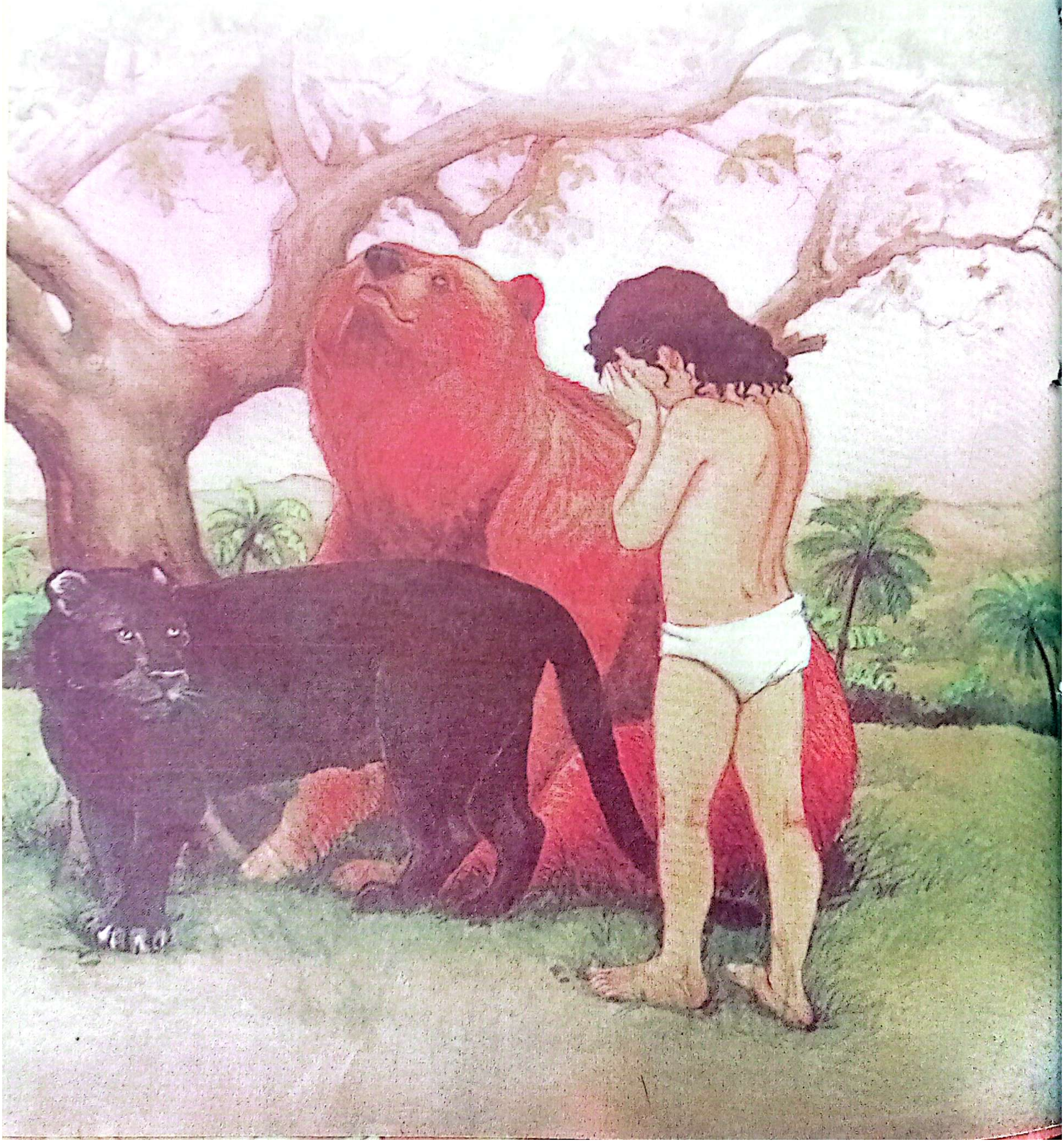
درندہ کسی کو پریشان نہیں کرے گا کیونکہ میں نے اسے مار دیا ہے۔'' بھیڑیا بہت خوش ہوا۔

چند روز بعد بھیڑیئے نے کہا ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم آج کل کچھ اداس اداس رہنے لگے ہو۔ کیا میں تمہاری اداسی کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں؟'' لڑکے نے کہا ہاں جب سے میں قریبی بستی میں آگ لینے گیا تھا اور وہاں دوسرے بہت سے انسان دیکھے تو اب میرے دل میں خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ میں بھی ان بہت سے انسانوں کے ساتھ رہوں۔'' جنگل کے جانوروں نے جب سنا تو وہ دم بخود رہ گئے کیونکہ وہ لڑکے کو بہت پیار کرتے تھے۔ لیکن وہ سب اسے اداس بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا ٹھیک ہے تم ایک انسان ہو۔ آخر کب تک اس جنگل میں ہمارے ساتھ رہو گے۔ بہتر ہے کہ تم انسانوں کی بستی میں چلے جاؤ۔ تاکہ تم خوش رہ سکو۔ لڑکا بولا ہاں میرے اچھے دوستو میں نے سوچا ہے کہ میں کسی انسانی بستی میں چلا



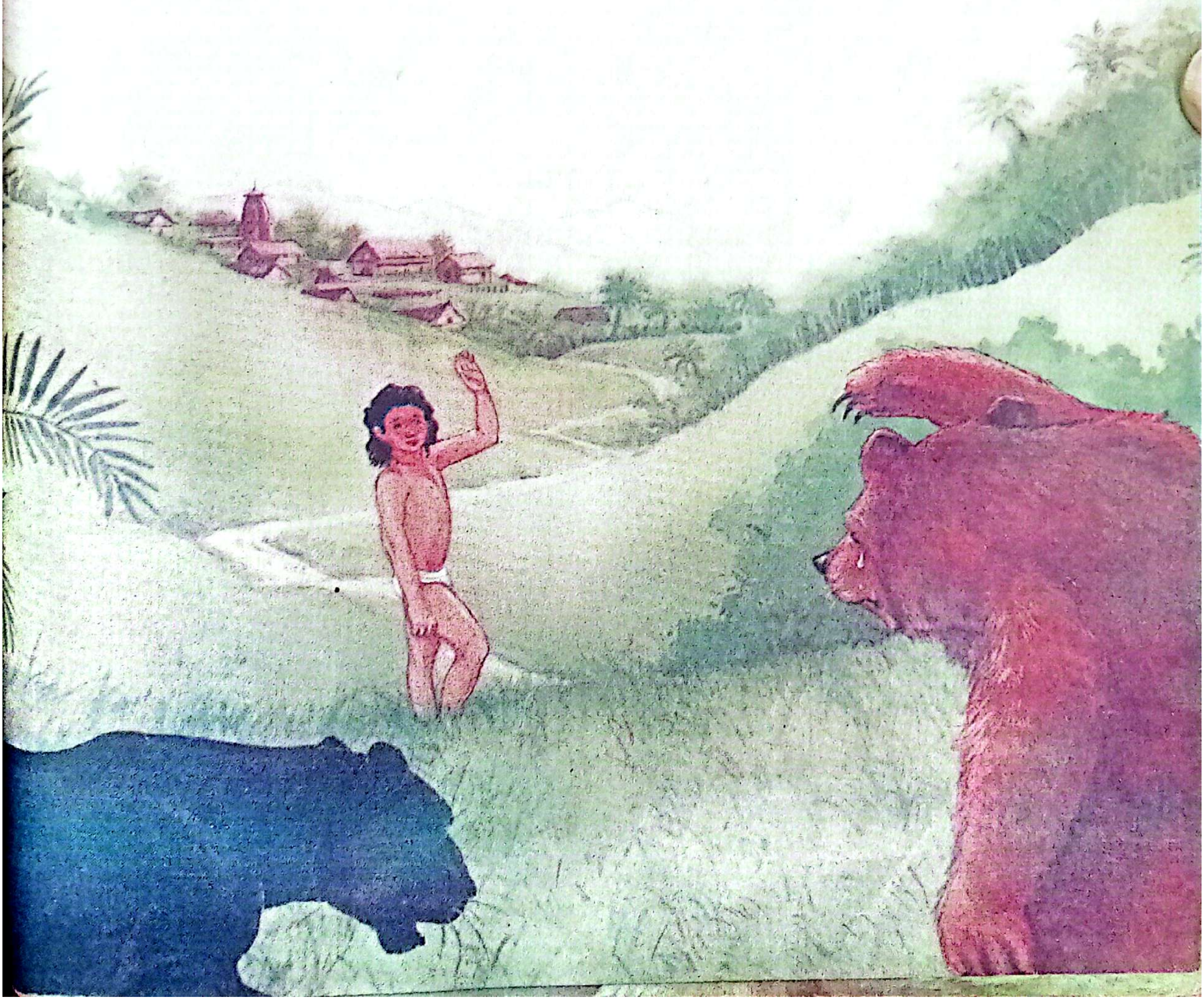
جاؤں لیکن وہاں تم مجھے بہت یاد آ ؤ گے۔ خاص طور پر میں اپنے محسن بھیڑیئے کو تو کبھی نہیں بھلا سکوں گا۔

میں جا رہا ہوں لیکن میں تم سے ملنے جنگل آتا رہوں گا۔



اس کے بعد لڑکا انسانوں کی بستی میں چلا گیا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگا۔

نتیجہ: پیارے بچو اس کہانی سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرے تو ہمیں بھولنا نہیں چاہیے اور وقت آنے پر اس کے ساتھ بھلائی کرنی چاہیے۔





جادوئی کٹھ پتلیاں



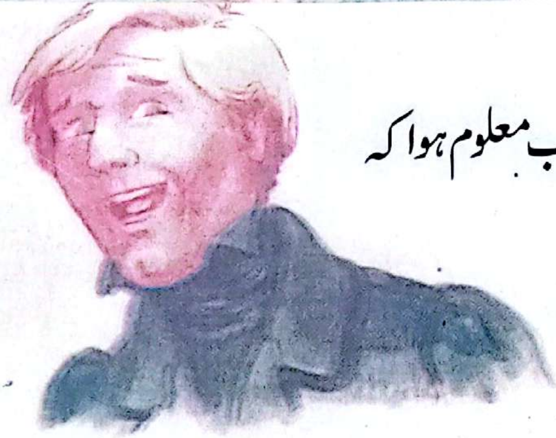
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ علی کسی دوسرے ملک کے سفر پر روانہ ہوا۔ کافی سوچ بچار کے بعد اس نے بحری جہاز کے سفر کو ترجیح دی۔ یہ محل کی زندگی کا پہلا موقع تھا۔ اس سے پہلے اس نے کبھی بحری جہاز کا سفر نہیں کیا تھا۔ سفر کے بارے میں مختلف خیالات اس کے ذہن میں آ رہے تھے۔ آخر کار وہ دن بھی آ ہی گیا



جب اس نے بحری جہاز پر سوار ہونا تھا۔ وہ خوشی خوشی بندرگاہ پہنچا اور سفر کا آغاز کر دیا۔

جہاز میں اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو بہت خوبصورت اور باتونی تھا۔ علی اس کی باتوں سے لطف اندوز ہونے لگا۔ اس شخص نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا ''میرا نام زین ہے۔ کیا میں تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟'' علی نے زین کو اپنا نام بتایا پھر دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔

علی نے پوچھا ''آپ کس سلسلہ میں سفر کر رہے ہیں؟'' زین بولا میں دراصل پتلیوں کے کرتب دکھانے کا ماہر ہوں اور اسی لیے اکثر ایک شہر سے دوسرے شہر اور کبھی ایک ملک سے دوسرے ملک اپنا



پتلیوں کے کرتب دکھانے کے لیے سفر کرتا ہوں۔ علی کو جب معلوم ہوا کہ زین ایک ماہر پتلی باز ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور اس سے پتلیوں کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔

زین نے علی کو ایک دلچسپ واقعہ سنایا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ زین کے دل میں خیال آیا کہ کاش اس کی بنائی ہوئی پتلیاں محض پتلیاں نہ ہوتیں جو اس کے اشاروں پر حرکت کرتی تھیں بلکہ وہ جیتی جاگتی خود حرکت کرتیں لیکن یہ تو ممکن نہ تھا۔ وقت گزرتا گیا اور زین کا خیال بجائے ختم ہونے کے اس کے دل میں جگہ بناتا گیا۔



ایک روز زین اپنا پتلی تماشہ دکھانے کی غرض سے کسی دوسرے شہر گیا۔ وہاں اس کا پتلی تماشہ دیکھنے والوں میں ایک جادوگر بھی آ پہنچا۔ جادوگر کو زین کے کرتب بہت پسند آئے۔ پتلی تماشہ کے اختتام پر جادوگر شخص زین کو ملا اور اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ زین اسی روز شام کو جادوگر شخص کے گھر چلا گیا۔ دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ آخر میں جب زین رخصت ہونے لگا تو جادوگر نے کہا مجھے تمہارے کرتب بہت اچھے لگے اور تم خود بھی بہت اچھے ہو۔ اگر کسی وقت میری ضرورت پڑے تو ضرور یاد رکھنا اور ہاں میں جادو کے زور سے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔

زین کو ایک دم پھر سے پتلیوں کا خیال آیا۔ اس نے جادوگر سے پوچھا "کیا تم میری پتلیوں کو جادو کے ذریعے اصل بنا سکتے ہو۔" جادوگر نے کہا "یہ تو کوئی مشکل کام نہیں۔" یہ کہہ کر اس نے جادو پڑھا اور بس پھر کیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پتلیوں نے حرکت شروع کر دی اور خود بخود صندوق سے باہر آنے لگیں۔





پتلیوں کو صندوق سے باہر آتا دیکھ کر زین بہت حیران ہوا۔ وہ خوش بھی تھا کیونکہ اس کی خواہش کے مطابق پتلیاں حرکت کر رہیں تھیں۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ان پتلیوں نے آپس میں جھگڑا شروع کر دیا۔ ایک بولی ''تم سب مجھے اپنی سردار تسلیم کر لو کیونکہ میں تماشہ گاہ میں ملکہ کا کردار کرتی ہوں۔'' دوسری نے کہا ''نہیں نہیں میں تمہاری سردار

ہوں کیونکہ تماشہ گاہ میں میرا کردار ملکہ سے زیادہ اہم ہے۔'' ایک اور پتلی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا ''تم سب کو چاہیے کہ مجھے سب سے بڑھ کر سمجھو کیونکہ تماشہ گاہ میں میرے کردار کے بغیر سب بے کار ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی تمام پتلیاں آپس میں لڑ پڑیں اور ایک دوسرے پر چاقو اور خنجر تان لیے۔ یہ ساری صورت حال زین کے لیے بہت زیادہ پریشان کن تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس لڑائی کو کیسے ختم کرے۔ اس نے لڑائی ختم کرانے کے لیے جادوگر کو کہنا چاہا لیکن وہ تو کب کا وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ زین کو جادوگر پر بہت غصہ آیا۔ اس نے غصے کی حالت میں زور سے مکا لہرایا تو اس کا ہاتھ دیوار سے ٹکرایا۔





اس کے ساتھ ہی درد کی ایک لہر اس کے جسم میں بھر گئی۔ اس نے آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ اپنے بیڈروم میں لیٹا تھا اور یہ بھیانک خواب دیکھنے کی وجہ سے اس کا جسم پسینے میں شرابور تھا۔

کچھ دیر بعد جب زین کے حواس بحال ہوئے تو اس نے شکر ادا کیا کہ یہ محض خواب تھا۔ اگر حقیقت میں ایسا ہوتا تو وہ کیونکر پتلیوں کی آپس میں صلح صفائی کرواتا۔



علی نے سن کر کہا واقعی ہمیں کبھی ایسی خواہش نہیں کرنی چاہیے جو ہماری عقل سے بالا ہو اور انسانی فطرت کے خلاف ہو۔



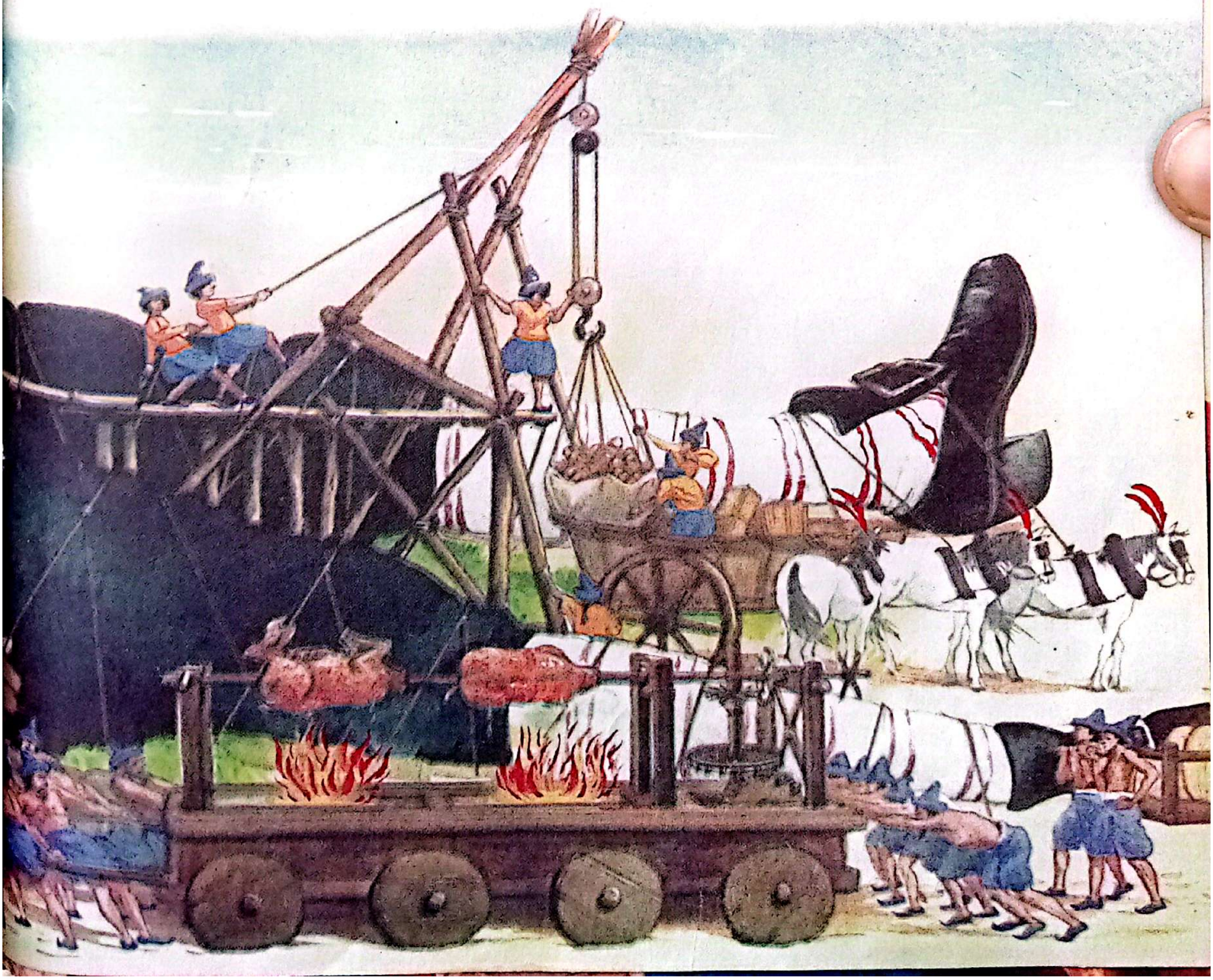
جگنو بونوں کے دیس میں

بہت عرصہ گزرا کسی ملک میں ایک نوجوان رہتا تھا۔ اس کا نام تو کچھ اور تھا لیکن لوگ اسے جگنو کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ جگنو کو سمندری سفر بہت پسند تھا۔ وہ اکثر اپنے شوق کی وجہ سے بحری جہاز پر سفر کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بحری جہاز پر سوار اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اس جہاز کو سمندری طوفان نے گھیر لیا۔ سمندری طوفان اتنا زبردست تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے جہاز کے ٹکڑے ہو گئے اور تمام لوگ گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ جگنو نے لکڑی کے ایک بڑے سے تختے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس طرح وہ کافی دیر سطح سمندر پر تیرنے کے بعد ساحل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔



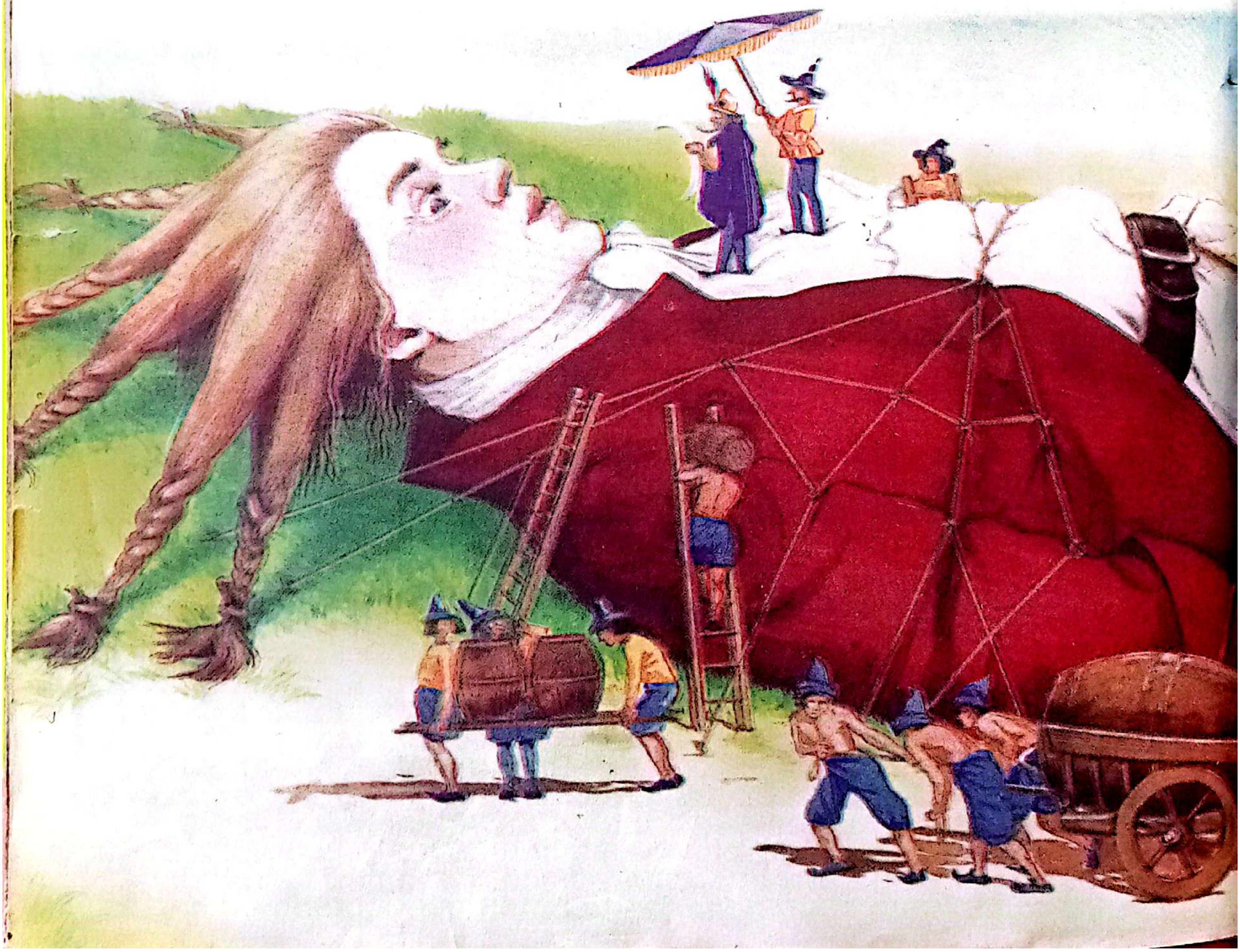
ساحل سمندر تک آتے آتے جگنو اتنا تھک گیا کہ اس کے لیے دو قدم چلنا بھی دشوار ہو گیا۔ جگنو نے سوچا کچھ دیر آرام کر کے وہ خوراک کی تلاش کرے گا۔ یہ سوچ کر وہ ساحل سمندر کی ریت پر لیٹ گیا۔ جلد ہی اسے گہری نیند آ گئی۔

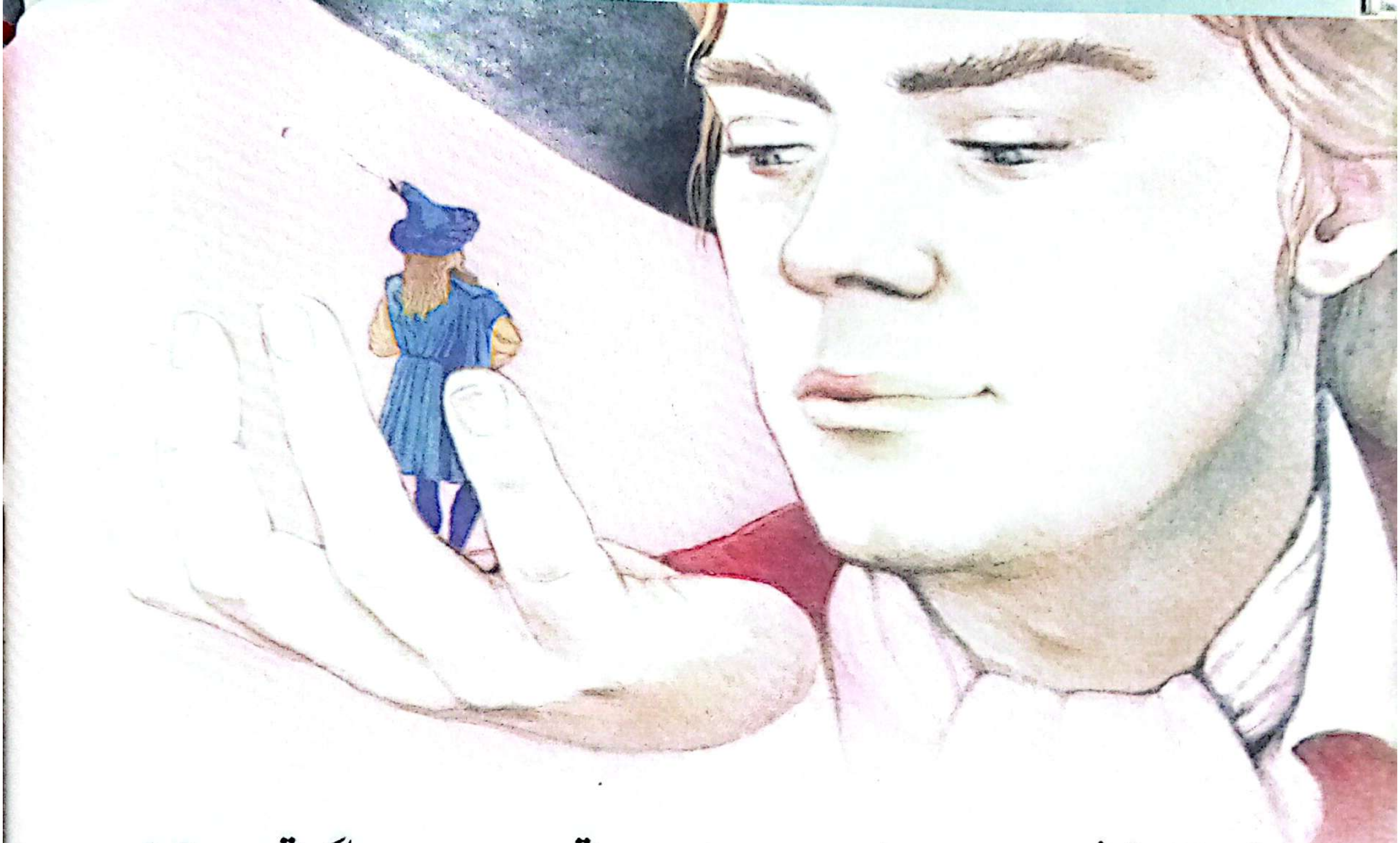
کافی دیر بعد جگنو کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو دھاگے کی طرح باریک رسیوں سے بندھے ہوئے پایا۔ اس نے حیران نظروں سے ادھر ادھر دیکھا تو اسے بے شمار چھوٹے چھوٹے انسان نظر آئے۔ وہ لوگ جگنو کو آنکھیں کھولتا دیکھ کر پہلے تو دہشت سے اپنی اپنی جگہ رک گئے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی جو شکل صورت سے ان بونے انسانوں کا سردار معلوم ہوتا تھا آگے آیا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اس



دیو قامت انسان کے کندھے کے پاس سیڑھی لگائی جائے۔ اس بونے آدمی کے حکم کی تعمیل میں فوراً سیڑھی لگادی گئی۔ بونا آدمی بڑی شان سے سیڑھی پر چڑھا اور جگنو کے سینے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔

بونے سردار نے اپنی منحنی آواز میں جگنو کو مخاطب کیا اور پوچھا کہ وہ کون ہے اور ان بونوں کے ملک میں کیوں آیا ہے؟ جگنو نے اسے بتایا کہ میں بحری جہاز پر سفر کر رہا تھا کہ جہاز طوفان کی نظر ہو گیا۔ میرے تمام ہم سفر سمندر میں ڈوب گئے جبکہ میں معجزاتی طور پر زندہ بچ گیا اور اب تم لوگوں کی قید میں ہوں۔ جگنو نے بونے سے کہا: مجھے بہت زیادہ بھوک لگی ہے کیونکہ میں نے کل سے کچھ نہیں کھایا۔ بونے سردار نے کہا اگر ہم تمہیں کھانا دیں گے تو ہمارے لوگ فاقہ کشی پر مجبور ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہمارے پاس تمہیں کھلانے





کے لیے فالتو راشن نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں مار دیا جائے لیکن تمہیں مار کر بھی نقصان ہمارا ہی ہے۔ کیونکہ تمہارا جسم یہاں پڑے پڑے گل سڑ جائے گا اور اس کے جراثیم کی وجہ سے ہمارے ملک میں طرح طرح کی بیماریاں پھیلنے کا خطرہ ہوگا۔ اور اگر ہم تمہیں رہائی دیتے ہیں تو ہمیں ڈر ہے کہ تم ہمارے ملک کے لوگوں کو مارو گے۔

ایک دوسرا بونا جو اپنے سردار پر چھتری کا سایہ کیے کھڑا تھا بولا۔ ''حضور اگر یہ دیو نما انسان ہمارے دشمن سے ہمیں نجات دلا دے تو ہم اس کی رہائی کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔'' سردار نے اپنے آدمی کو شاباش دی اور جگنو سے بولا۔ ''ہمارے ہمسایہ ملک سے ہماری پرانی دشمنی ہے۔ وہ جلد ہم پر حملہ آور ہونے والا ہے اگر تم اس لڑائی میں ہماری مدد کرو تو ہم تمہیں رہا کر دیں گے۔''



جگنو نے دشمن کے خلاف لڑائی میں ان کی مدد کا وعدہ کر لیا۔ سردار نے حکم دیا کہ اس آدمی کے لیے فوراً کھانے کا انتظام کیا جائے۔ بہت سے لوگ گئے اور چھوٹی چھوٹی ریڑھیوں پر بہت سی کھانے پینے کی اشیاء رکھ کر انہیں دھکیلتے ہوئے جگنو کے پاس آئے۔ یہ چھوٹی چھوٹی ریڑھیاں ان بونوں کی جسامت کے لحاظ سے بہت بڑی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ایک ایک ریڑھی کو بہت سے بونے مل کر دھکیل رہے تھے۔



بونوں نے سیڑھی کے ذریعے جگنو کے منہ تک کھانا پہنچایا۔ کھانا کھا کر جگنو کے حواس بحال ہوئے تو اس نے بونوں کے سردار سے کہا: ''میں نے تمہاری مدد کا وعدہ کیا ہے اب مجھے کھول کر آزاد کر دو تا کہ میں تمہاری مدد کر سکوں۔'' پھر بونے سردار کے اشارے پر جگنو کی بندشیں کھول کر اسے آزاد کر دیا گیا۔

جگنو نے بونے سردار کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے اس سے پوچھا کہ ہمسایہ ملک سے ان کی دشمنی کیوں ہوئی تو بونے سردار نے بتایا کہ میرے پڑدادا ایک دن ابلا ہوا انڈا کھانے لگے۔ انڈا چھیلتے ہوئے ان کے ناخن میں چھلکا چبھ گیا اور وہ زخمی ہو گئے۔ پھر میرے پڑدادا نے حکم جاری کیا کہ



آج کے بعد کوئی بھی انڈا ابال کر نہ کھائے تا کہ اس قسم کے کسی اور حادثے سے بچا جا سکے۔ یہ اعلان سن کر میرے پڑدادا کے کچھ مخالفین نے بغاوت کردی اور ملک میں دنگا فساد کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ ان شرپسندوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور پھر ایک دن ان شرپسندوں نے ملک کے کچھ حصے پر قبضہ کر کے اپنی علیحدہ سرداری قائم کرلی۔ اس وقت سے اب تک ایک طویل مدت گزرنے کے باوجود یہاں اکثر لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ اس لڑائی میں اب تک ہزاروں لوگ مارے جا چکے ہیں۔ لیکن دونوں طرف سے کوئی بھی شکست تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔

بونے سردار نے چند روز بعد جگنو کو بتایا کہ ہمارے جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ دشمن ایک دو روز میں حملہ کرنے والا ہے اور وہ سمندر کے راستے آ رہے ہیں۔ جگنو نے کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں تم مجھے کچھ رسیاں اور لوہے کی سلاخیں دو اور پھر دشمن کا حشر دیکھو۔

جگنو کو رسیاں اور لوہے کی سلاخیں دے دی گئیں۔ اس نے سلاخوں کو موڑ کر ان کے ہک بنائے اور ان ہکوں کو رسیاں باندھ دیں۔ دوسرے دن صبح سویرے جگنو سمندر کے کنارے جا بیٹھا۔ وہ دوربین کی مدد سے سمندر کا جائزہ لے رہا تھا کہ کچھ دیر بعد اسے دشمن کے جہاز ساحل کی طرف آتے دکھائی دیے۔ جگنو چھپ کر انہیں دیکھتا رہا اور پھر جیسے ہی دشمن ساحل کے قریب پہنچا جگنو تیزی سے آگے بڑھا۔ اتنے بڑے



انسان کو دیکھ کر دشمن کے سپاہی بوکھلا گئے اور ان میں افراتفری پھیل گئی۔ جگنو نے رسیوں کو پکڑ کر ان میں بندھے ہوئے ہک دشمن کی کشتیوں کی طرف اچھال دیے اور کشتیوں کو کھینچ کر ساحل کی طرف چل پڑا۔

بونے اور ان کا سردار دور کھڑے جگنو کی کاروائی دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ جگنو نے دشمن کے جہاز پکڑ لیے ہیں تو وہ بھاگتے ہوئے آئے اور خوشی سے نعرے لگانے لگے۔ سردار نے جگنو کا شکریہ ادا کیا۔



جگنو کے کہنے پر بونوں نے اسے کشتی بنانے کا سامان جمع کر کے دیا۔ جگنو نے ایک بڑی سی کشتی بنائی اور اس میں بیٹھ کر اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔

جگنو کے واپس چلے جانے کے بعد بونے بہت اداس ہوئے۔ وہ اکثر جگنو کو یاد کرتے۔ ایک دن انہوں نے مل کر جگنو کا ایک بہت بڑا مجسمہ بنایا اور شہر کے وسط میں کھڑا کر دیا۔ جگنو کا یہ مجسمہ آج بھی بونوں کے دیس میں موجود ہے۔

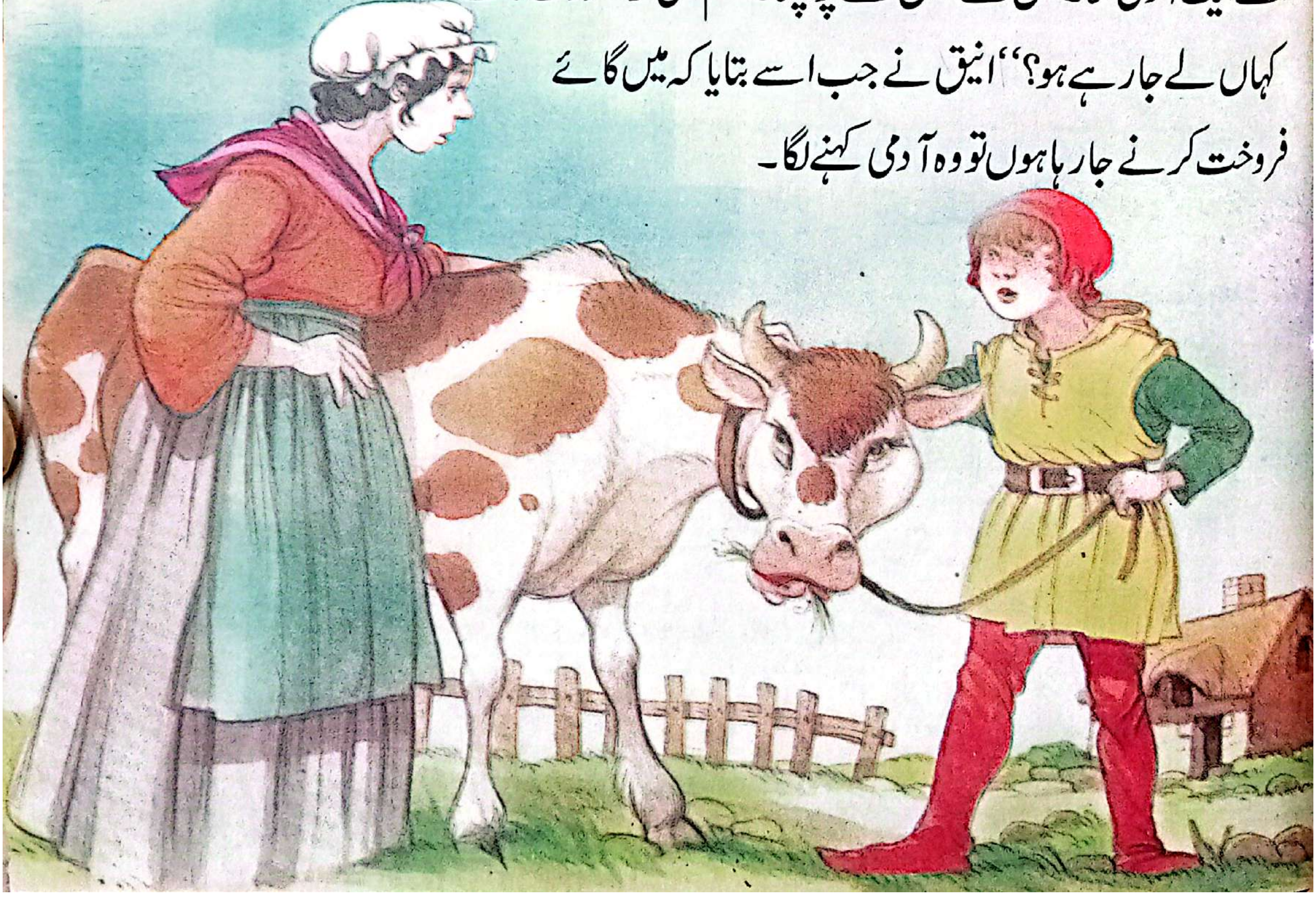


آدم خور دیو

انیق اپنی امی کے ساتھ سمندر کے قریب ایک چھوٹے سے گھر میں رہتا تھا۔ اس کے ابو فوت ہو گئے تھے۔ انیق کی امی سلائی کڑھائی کا کام کرتی تھیں جبکہ انیق اپنے گھر میں گائے کی دیکھ بھال کرتا اور اس کا دودھ محلے میں فروخت کرتا تھا۔ اس طرح دونوں ماں بیٹا اپنی زندگی کے دن گزار رہے تھے۔

ایک دن انیق کی امی نے کہا ''بیٹا! آج کل سلائی کا کام بہت کم رہ گیا ہے...... ہمارا اپنا کھانے کا خرچ مشکل سے پورا ہوتا ہے۔ اس گائے کے چارے کے لیے پیسے بچانا اب ممکن نہیں رہا۔ تم گائے کو منڈی لے جا کر فروخت کر دو۔''

انیق اپنی امی کی بات سُن کر پریشان ہو گیا۔ وہ گائے کو لے کر منڈی کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اسے ایک آدمی ملا۔ اس نے انیق سے پوچھا۔ ''تم اتنی خوبصورت گائے کہاں لے جا رہے ہو؟'' انیق نے جب اسے بتایا کہ میں گائے فروخت کرنے جا رہا ہوں تو وہ آدمی کہنے لگا۔





''تم اپنی گائے مجھے دے دو......لیکن میرے پاس تمہیں دینے کے لیے رقم نہیں ہے۔ البتہ میں تمہیں یہ جادو کے بیج دے سکتا ہوں۔'' جادو کے بیج کا سن کر انیق کو بہت تجسس ہوا اور اس نے گائے اس شخص کو دینے کا فیصلہ کرلیا۔

انیق نے اس آدمی کو گائے دے دی اور جادو کے بیج لے کر گھر آ گیا۔ گھر کے دروازے پر پہنچ کر اس نے زور زور سے آوازیں دیں۔ ''امی جان...... امی جان دیکھیں میں گائے فروخت کر کے آ گیا ہوں۔'' انیق کی امی نے پوچھا۔ گائے کتنے میں فروخت ہوئی تو انیق نے اپنی مٹھی کھولتے ہوئے جادو کے بیج دکھائے اور کہا۔ ''امی جان میں نے ان بیجوں کے بدلے گائے فروخت کر دی۔'' بیج دیکھ کر انیق کی امی بہت ناراض ہوئیں۔ انہوں نے انیق کو خوب ڈانٹا کہ وہ کیوں ان فضول بیجوں کے بدلے اتنی اچھی گائے دے آیا ہے۔ انہوں نے غصے میں بیج انیق کے ہاتھ سے چھین کر باہر صحن میں پھینک دیے۔

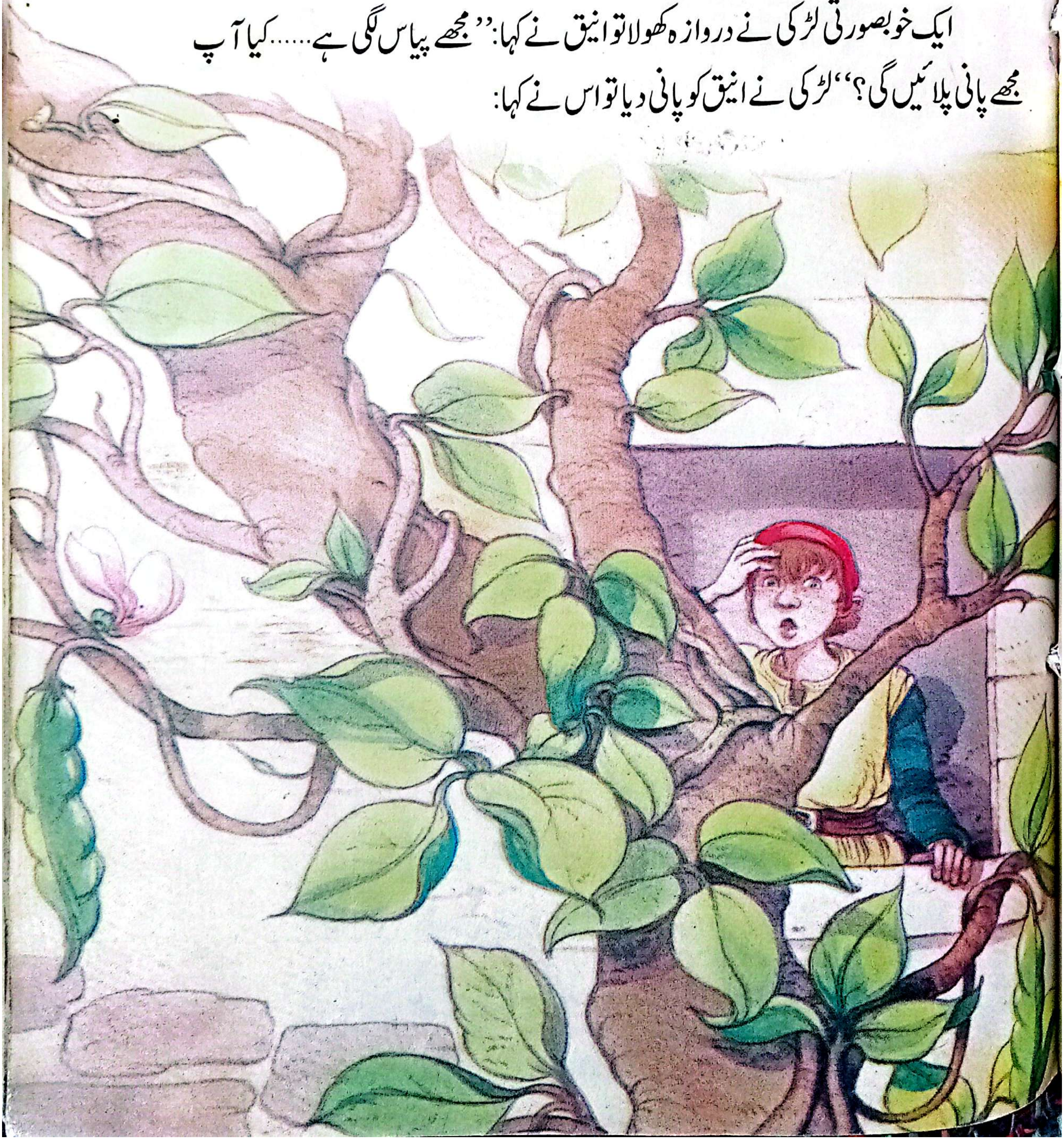
انیق روتا ہوا اپنے کمرے میں جا کر لیٹا اور کچھ دیر بعد اسی طرح سو گیا۔

صبح سویرے انیق کی آنکھ کھلی تو اس کی نظر کھڑکی سے باہر صحن میں پڑی۔ صحن میں ایک بہت بڑا درخت دیکھ کر انیق حیران رہ گیا۔ اس نے بستر سے چھلانگ لگائی اور درخت کے پاس آ کر دیکھنے لگا۔

اس درخت کی شاخیں اتنی اونچی تھیں کہ ان کا آخری سرا نظر نہیں آ رہا تھا۔

انیق درخت پر چڑھنے لگا۔ درخت پر چڑھتے چڑھتے وہ بادلوں تک جا پہنچا۔ اس نے بادلوں پر چھلانگ لگا دی اور خوشی سے ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا۔ اچانک اسے ایک گھر نظر آیا وہ تیزی سے اس گھر کے دروازے پر آیا اور دستک دی۔

ایک خوبصورت لڑکی نے دروازہ کھولا تو انیق نے کہا: ''مجھے پیاس لگی ہے...... کیا آپ مجھے پانی پلائیں گی؟'' لڑکی نے انیق کو پانی دیا تو اس نے کہا:





”میں تھک گیا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ دیر آپ کے گھر میں آرام کرلوں؟“

لڑکی نے کہا: ”تم اس گھر میں آرام نہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ یہ ایک دیو کا گھر ہے۔ اگر اس نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو وہ تمہیں کھا جائے گا۔“ انیق کیونکہ بہت زیادہ تھک چکا تھا اس لیے اس نے ایک بار پھر لڑکی سے کہا: ”تم مجھے گھر کے اندر کسی ایسی جگہ چھپا دو جہاں دیو سے میرا سامنا نہ ہو۔“ ابھی وہ دونوں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انہیں دیو کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ لڑکی نے انیق کو الماری میں دھکیلتے ہوئے کہا:

''جلدی سے اس میں چھپ جاؤ۔''

دیو نے اندر آ کر خوشبو سونگھتے ہوئے کہا: ''آدم بو...... آدم بو...... مجھے یہاں کسی آدم زاد کی بو آ رہی ہے...... جلدی لاؤ...... کہاں ہے وہ آدم زاد؟'' لڑکی نے کہا: ''یہاں تو کوئی آدم زاد نہیں ہے یہ محض تمہارا وہم ہے۔ چلو کھانا کھا لو...... میں نے تمہارے لیے مزیدار کھانا تیار کیا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد دیو نے لڑکی سے کہا۔ مجھے شک ہے کہ تم نے میرے گھر میں کسی آدم زاد کو چھپا رکھا ہے۔ میں ابھی اسے تلاش کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر دیو نے اپنے گھر کے تمام کمروں کی تلاشی لینا شروع کر دی اور پھر آخرکار ایک کمرے میں کپڑوں کی الماری میں اس نے اینق کو بیٹھے دیکھ لیا۔ دیو نے اینق کو باہر نکالا اور بولا۔ ''میں تمہیں کھا جاؤں گا...... تمہیں جرأت کیسے ہوئی میرے گھر میں آنے کی؟'' لڑکی نے دیو کو سمجھایا کہ وہ ابھی اینق کو نہ کھائے کیونکہ اس نے پہلے بہت زیادہ کھانا کھا لیا ہے۔ دیو نے کہا: ''ٹھیک ہے اس لڑکے کو ڈربے میں قید کر دو میں صبح ناشتے میں اس کو کھاؤں گا۔'' اینق کو قید کر کے دیو نے حکم دیا کہ میری دولت لے کر آؤ...... میں اپنی دولت دیکھنا چاہتا ہوں۔

اور پھر اینق نے دیکھا کہ دیو کے سامنے سونے کے سکوں کا ایک بڑا سا تھیلا پڑا تھا۔ دیو سونے کے سکے گننے لگا......



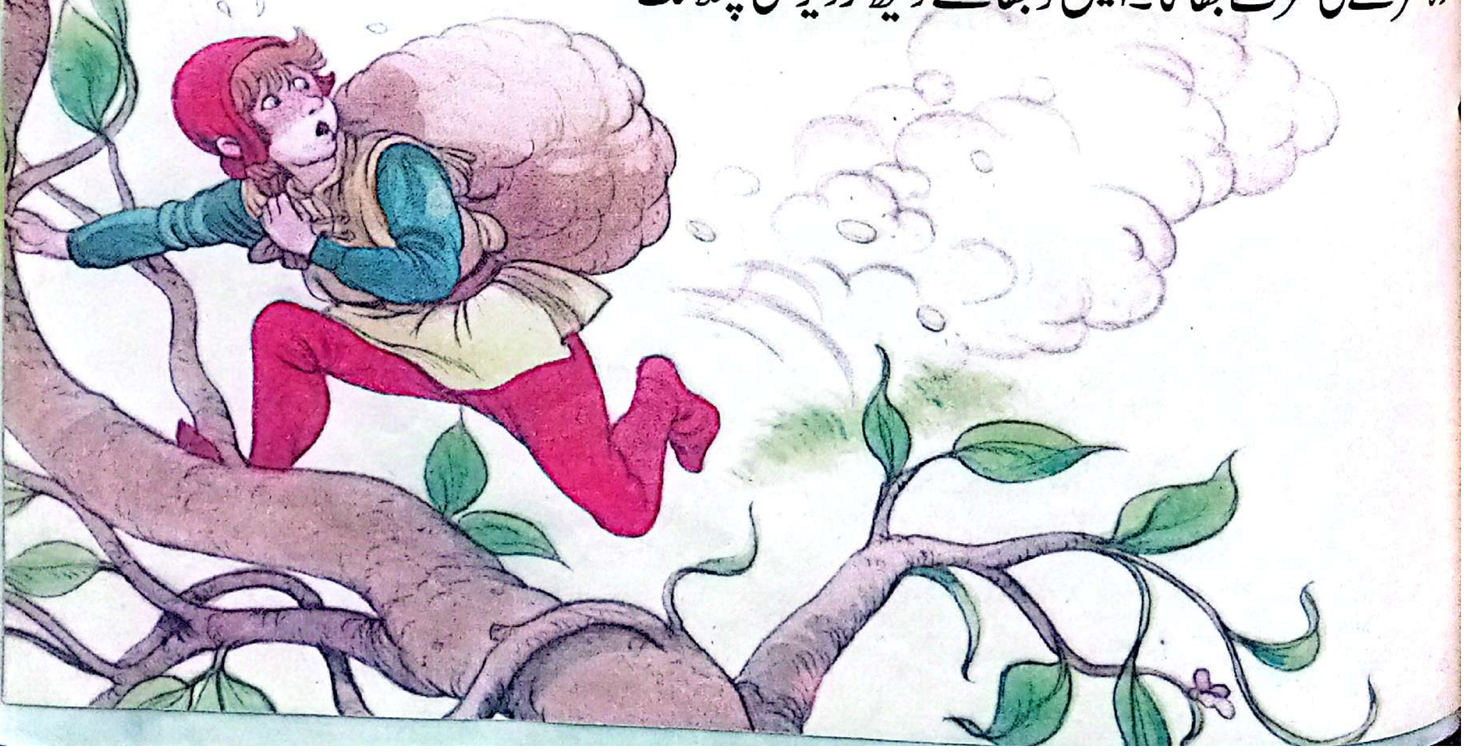


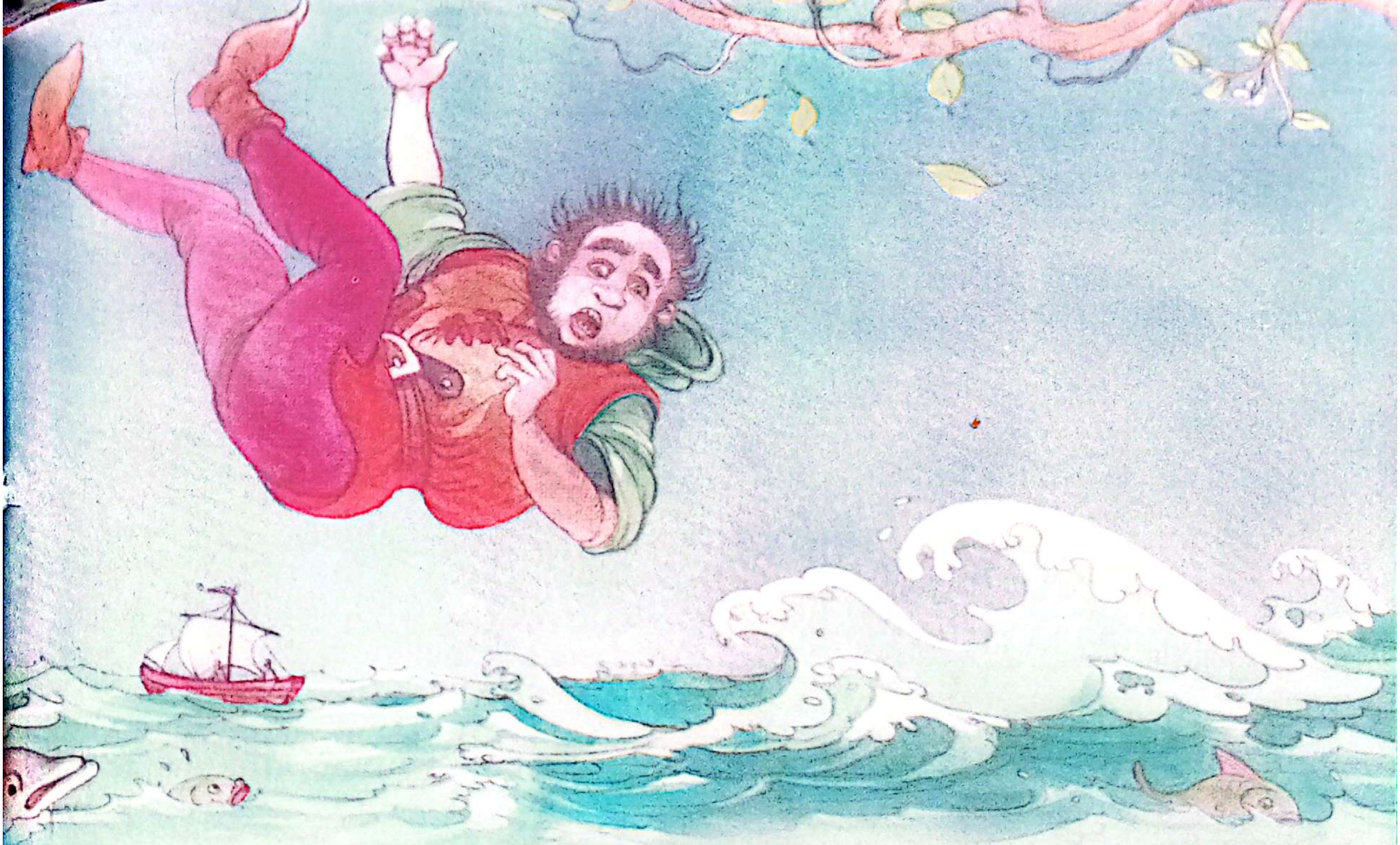
کچھ دیر بعد وہ اسی جگہ سو گیا۔

دیو جب گہری نیند سو گیا تو لڑکی نے چپکے سے آ کر دڑبے کا دروازہ کھول کر انیق کو باہر نکال دیا۔ انیق نے لڑکی کا شکریہ ادا کیا۔ لڑکی نے کہا تم جلدی سے اس گھر سے نکل جاؤ اگر دیو کی آنکھ کھل گئی تو وہ تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی مار دے گا۔ انیق دیو کے پاس آیا اور اس کے سامنے سے سونے کے سکوں کا تھیلا اٹھا کر چل پڑا۔ گھر کے دروازے کے قریب آ کر اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ دھڑام سے گر پڑا۔ گرتے وقت اس کا ہاتھ دروازے سے ٹکرایا۔ دروازہ ہلنے کی وجہ سے دیو کی آنکھ کھل گئی۔ دیو نے انیق کو گھر سے باہر جاتا دیکھا تو فوراً اس کی طرف لپکا۔ لیکن انیق تیزی سے گھر سے باہر آیا اور بھاگنے لگا۔ دیو بھی اس کے پیچھے بھاگا...... کچھ دور جا کر انیق کو وہی درخت نظر آ گیا۔ انیق نے درخت کی شاخ پر پاؤں



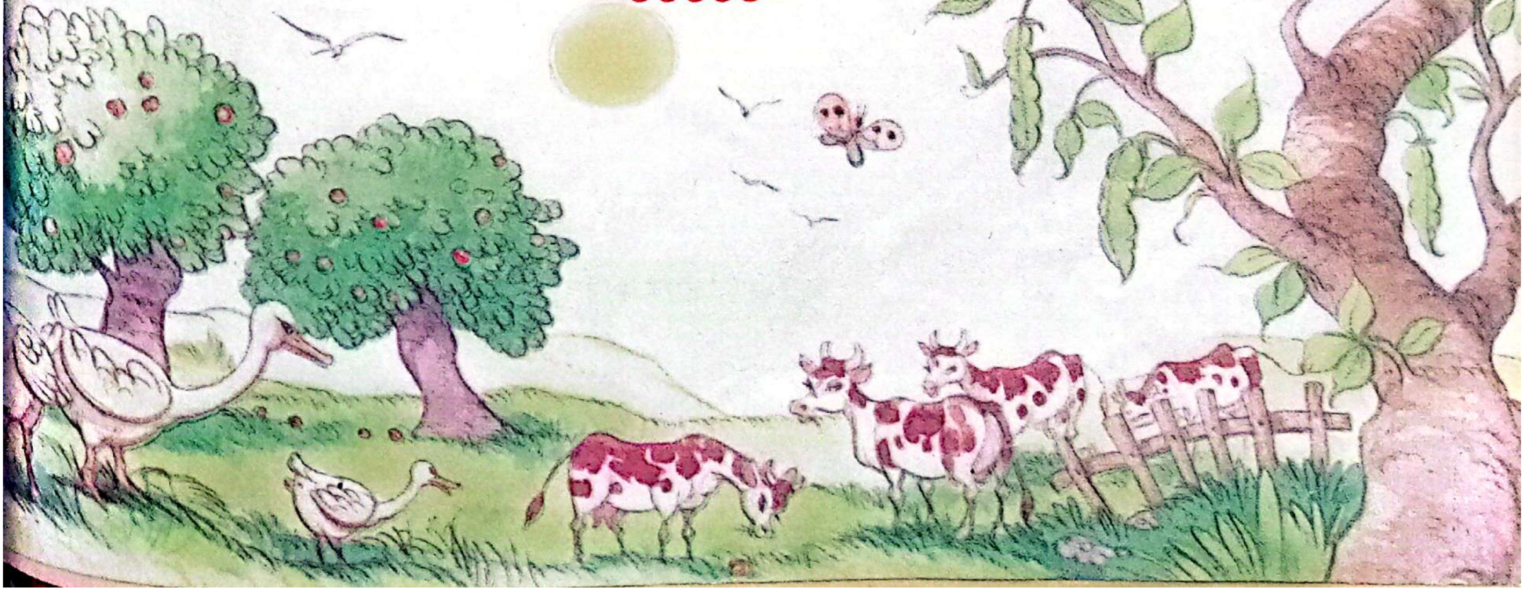
رکھا اور نیچے اترنے لگا۔ دیو نے
بھی درخت کی شاخ پر پاؤں رکھا
اور نیچے آنے لگا۔ دیو کو اپنے
بھاری بھرکم جسم کی وجہ سے درخت سے نیچے
اترنے میں کافی دشواری پیش آرہی تھی۔ جبکہ انیق بڑی
تیزی سے نیچے آرہا تھا۔ دیو نے جب
دیکھا کہ انیق اس کی نسبت زیادہ تیزی سے زمین کی طرف جارہا ہے تو اس نے غصے میں چلانا شروع کر دیا۔ ''ٹھہرو...... ٹھہرو...... میں کہتا ہوں ٹھہر جاؤ...... ورنہ میں تمہیں جان سے ماردوں گا۔'' انیق نے اپنے حواس پر قابو رکھتے ہوئے کہا: ''کیا تم مجھے بےوقوف سمجھتے ہو......؟ میں نہیں ٹھہروں گا...... مجھے معلوم ہے اگر میں رک گیا تو تم مجھے کھا جاؤ گے۔'' دیو نے غصے سے کہا: ''میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا...... میں تمہیں ابھی پکڑلوں گا۔'' انیق نے کہا: ''ٹھیک ہے اگر تم مجھے پکڑ سکتے ہو تو پکڑلو۔'' یہ کہہ کر اس نے زمین کی طرف دیکھا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ زمین کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ انیق نے سونے کے سکوں کا تھیلا مضبوطی سے پکڑا اور درخت سے زمین پر چھلانگ لگادی کیونکہ اسے راستے کا پتہ تھا۔ زمین سے اٹھ کر وہ کمرے کی طرف بھاگا۔ انیق کو بھاگتے دیکھ کر دیو بھی چھلانگ





لگانے کے لیے تیار ہوا لیکن اس سے پہلے ہی دیو کا پاؤں پھسلا اور وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ درخت کی شاخ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ نیچے گرنے لگا۔ دیو کو راستے کا پتہ نہیں تھا اس لیے اپنے آپ کو گرتا دیکھ کر خوف سے دیو کی آنکھیں اور منہ کھل گیا۔ کیونکہ نیچے اسے گہرا سمندر نظر آ رہا تھا جس میں شارک مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ دیو سمندر میں گرا اور شارک مچھلیوں نے اسے کھا لیا۔

انیق نے سونے کے سکوں کا تھیلا اپنی امی جان کو دیا اور پھر دونوں ماں بیٹا ہنسی خوشی رہنے لگے۔

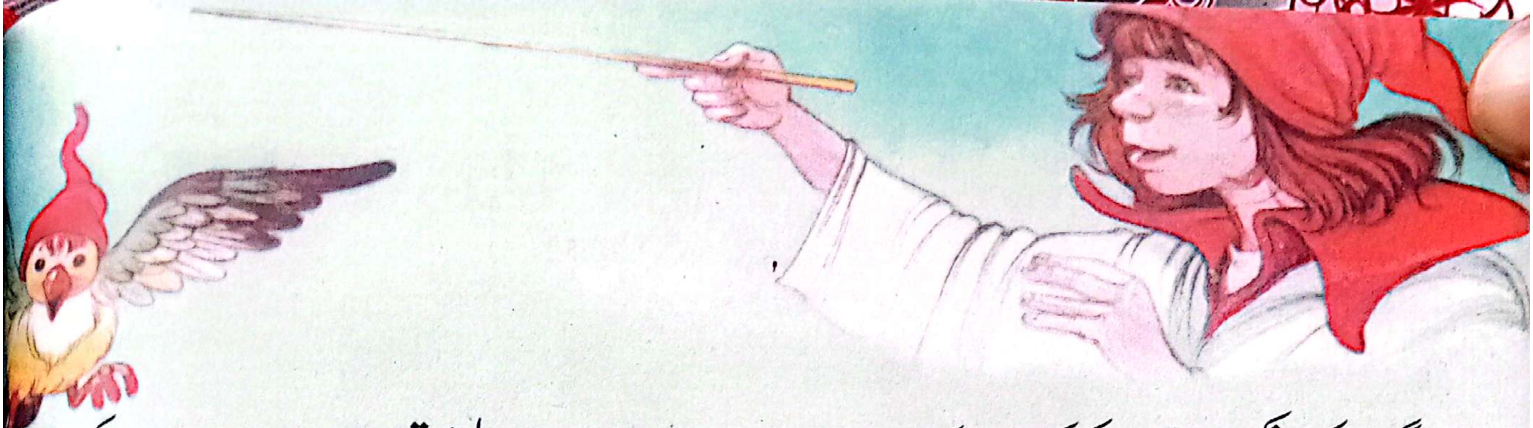


ہامون جادوگر



کسی ملک میں ایک خوبصورت سنہری بالوں والی عورت رہتی تھی۔ وہ عورت بڑی غربت کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک بیٹا عطا کیا۔ اس عورت نے اپنے بیٹے کا نام ہامون رکھا۔

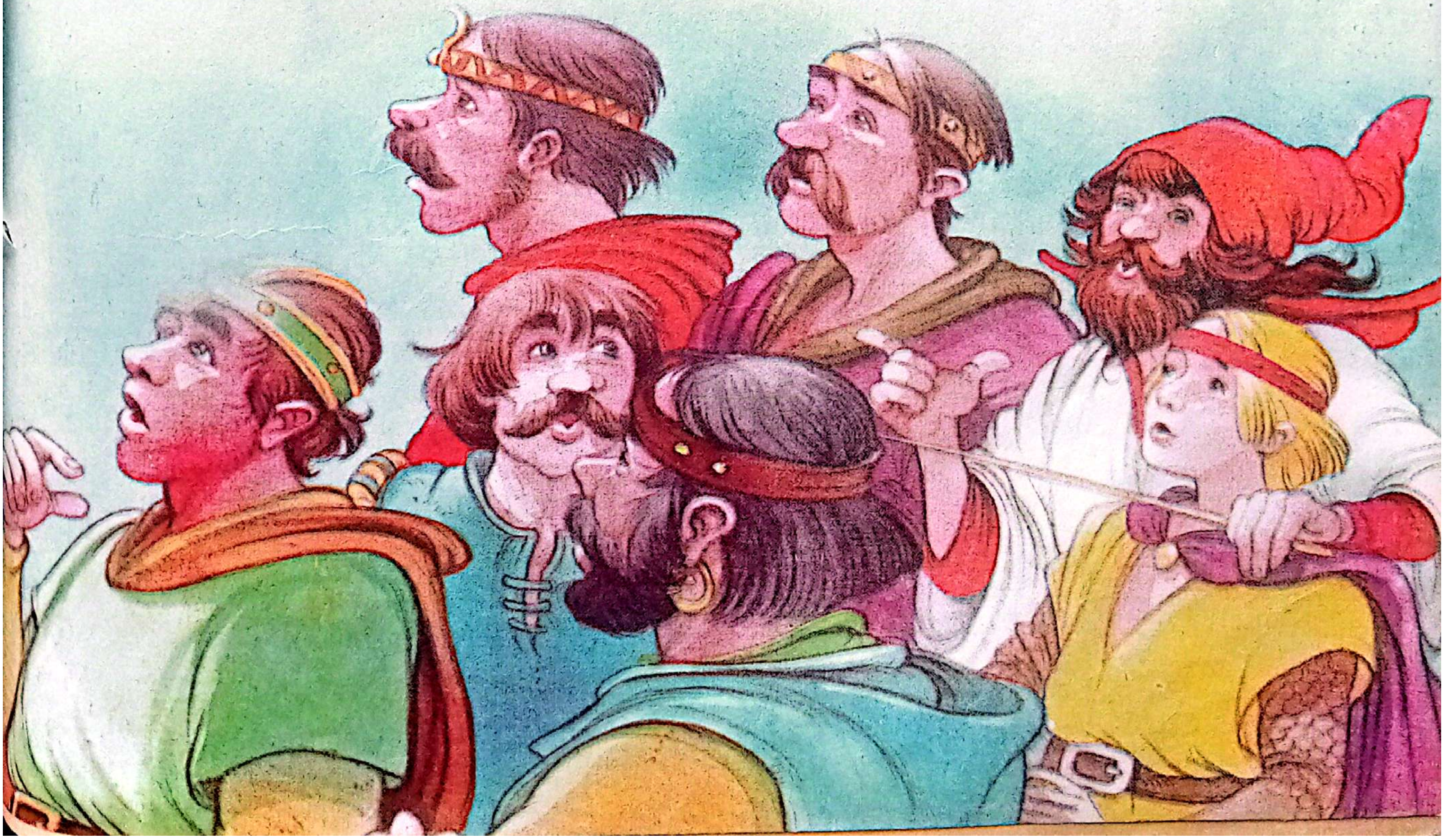
ہامون دوسرے بچوں سے بالکل مختلف تھا۔ وہ پیدائشی طور پر دنیا کی بہت سی زبانیں بول سکتا تھا۔

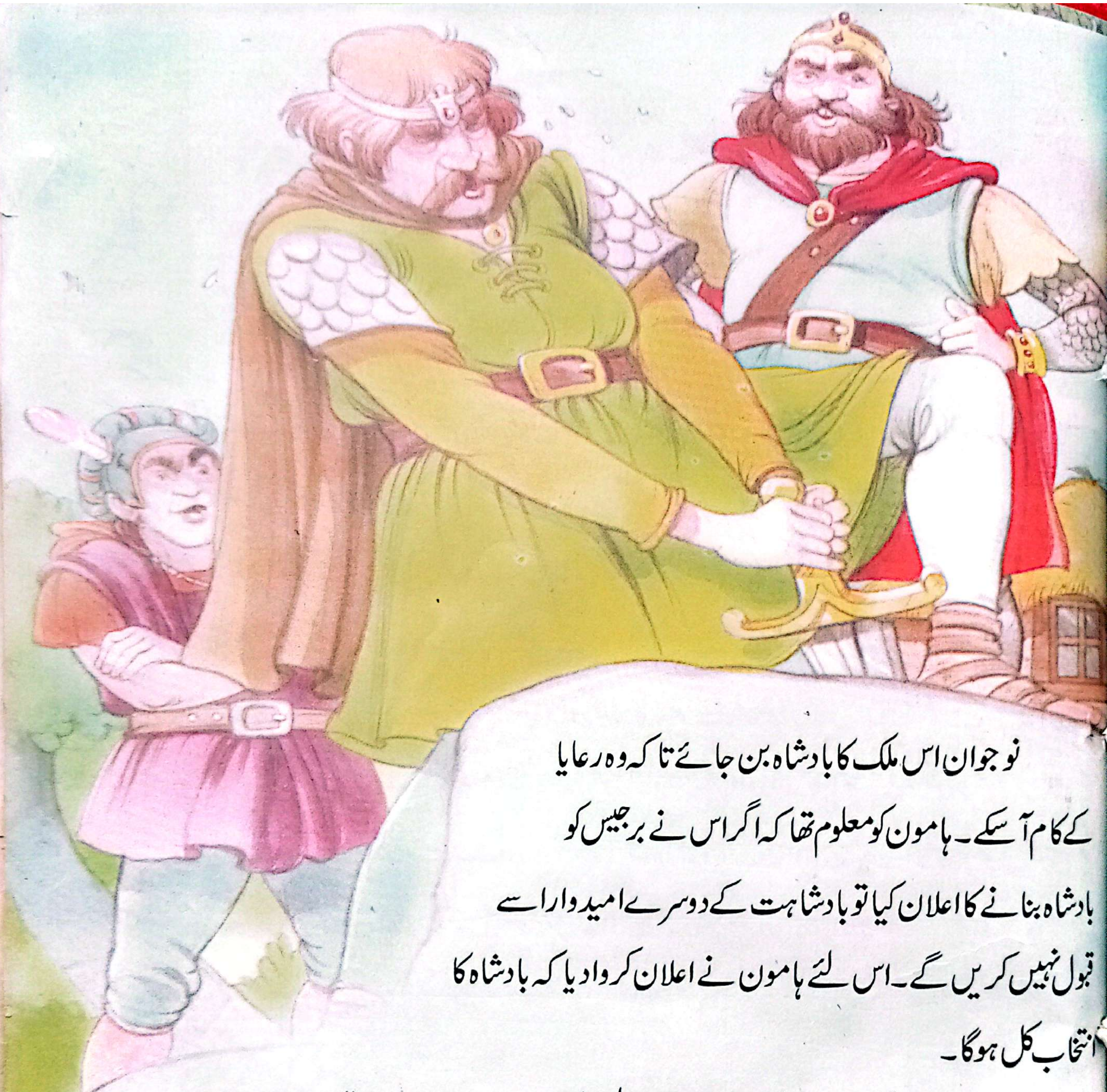


لوگوں کی آنکھوں میں دیکھ کر ان کے ذہن میں موجود خیالات جان لیتا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہامون جادو بھی جانتا تھا۔ اور جادو کے ذریعے وہ اپنے آپ کو مختلف شکلوں میں تبدیل کر لیتا تھا۔

ایک دن اس ملک کا بادشاہ فوت ہو گیا۔ ملک میں بادشاہ کے مرنے کا سوگ کیا گیا۔ کچھ دن بعد لوگوں نے اپنے لئے نیا بادشاہ چننے کا اعلان کیا اور ہامون کو کہا کہ نیا بادشاہ بنانے کے سلسلے میں ان کی مدد کرے۔

اس ملک میں ایک نوجوان رہتا تھا۔ اس کا نام برجیس تھا۔ برجیس ذہین اور بہادر نوجوان تھا اور ملک کی روایت کے مطابق اس کو جلد ہی بہت بڑا اعزاز ملنے والا تھا۔ ہامون نے بادشاہ بننے کے امیدواروں کا جائزہ لیا تو اس کو ان میں برجیس نظر نہ آیا۔ ہامون چاہتا تھا کہ برجیس جیسا ذہین اور بہادر





نوجوان اس ملک کا بادشاہ بن جائے تا کہ وہ رعایا کے کام آ سکے۔ ہامون کو معلوم تھا کہ اگر اس نے برجیس کو بادشاہ بنانے کا اعلان کیا تو بادشاہت کے دوسرے امیدوار اسے قبول نہیں کریں گے۔ اس لئے ہامون نے اعلان کروا دیا کہ بادشاہ کا انتخاب کل ہوگا۔

دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ شہر کے وسطی چوک میں ایک بہت بڑا پتھر پڑا تھا۔ پتھر اتنا بڑا تھا کہ اسے اس کی جگہ سے کسی بھی طرح ہلانا ممکن نہیں تھا۔ پتھر کے عین درمیان میں ایک تلوار اس طرح کھڑی تھی کہ اس کا آدھا حصہ پتھر کے اندر تھا جب کہ بقیہ آدھا حصہ اور دستہ پتھر سے باہر تھا۔ لوگ حیران نظروں سے اس پتھر کو دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہ پتھر کہاں سے اور کیونکر آیا۔ اتنی دیر میں ایک آدمی کی نظر تلوار کے پاس لکھے ان الفاظ پر پڑی ''جو شخص اس تلوار کو پتھر سے نکالے گا وہی



اس ملک کا بادشاہ ہوگا۔'' اس عبارت پر نظر پڑتے ہی لوگوں نے قسمت آزمائی شروع کردی۔ سب لوگ اپنا زور آزما چکے مگر تلوار ابھی اپنی جگہ گڑی ہوئی تھی۔

حاذق نے دیکھا کہ برجیس ان لوگوں میں شامل نہیں تھا۔ اس نے فوراً ایک آدمی کو بھیج کر برجیس کو بلوالیا۔ تمام لوگ کھڑے آپس میں باتیں کررہے تھے وہ جاننا چاہتے تھے کہ آخر اس تلوار کو کون نکال سکتا ہے۔ ادھر ہامون نے برجیس کو کہا ''نوجوان! جاؤ اور اللہ کا نام لے کر تلوار نکال لاؤ۔'' آگے بڑھا اور برجیس پتھر کے قریب گیا...... اس نے ایک ہی ہاتھ سے تلوار کا دستہ پکڑا اور اللہ کا نام لے کر تلوار کھینچ کر پتھر سے باہر نکال دی۔ لوگ خوشی سے اچھلنے لگے اور برجیس بادشاہ زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ لوگ خوشی خوشی نعرے لگانے میں اتنے مگن تھے کہ انہیں معلوم ہی نہ ہوسکا کہ وہ بڑا پہاڑ



جیسا پتھر اپنی جگہ سے غائب ہو گیا۔

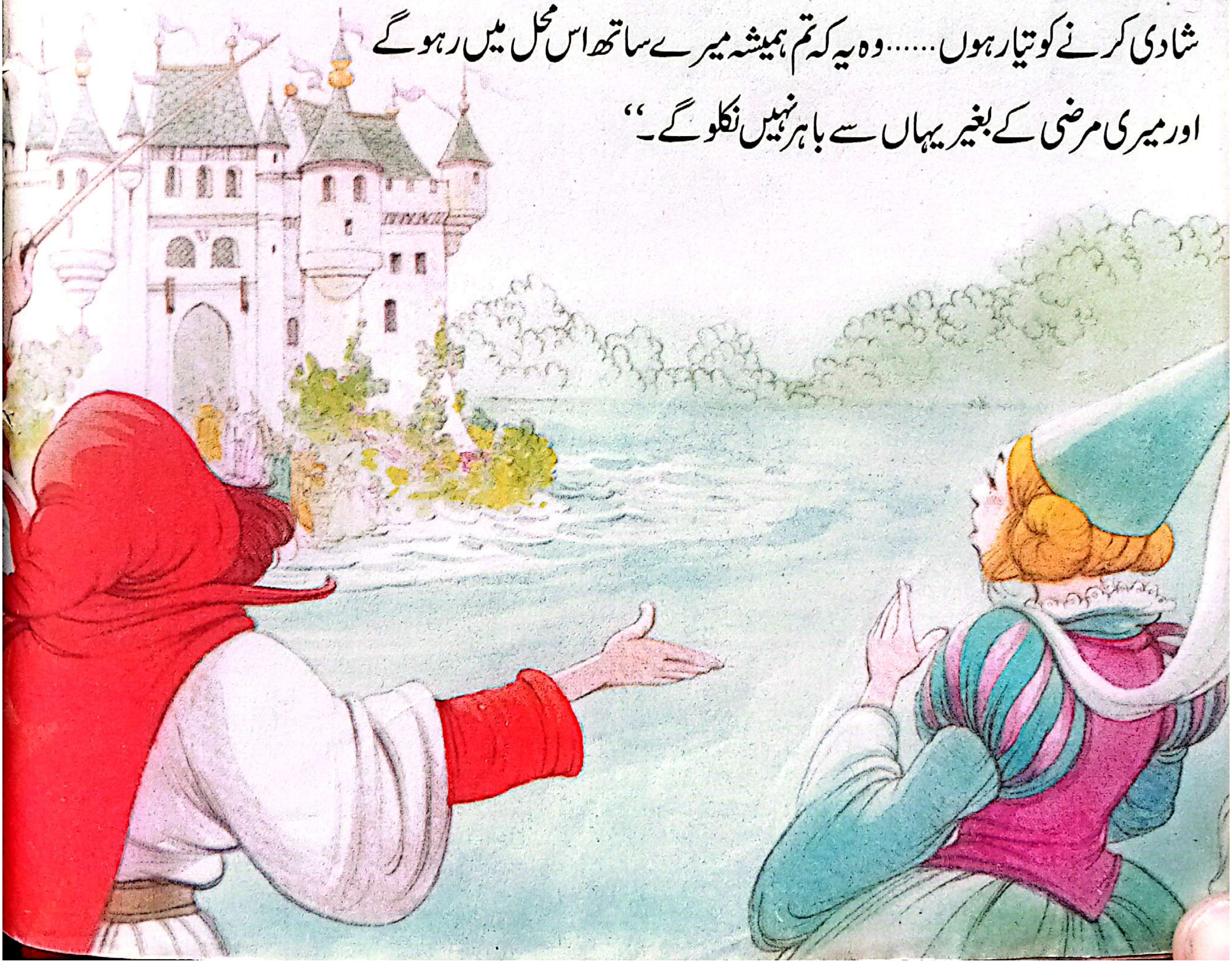
ہامون بہت خوش تھا کہ برجیس جیسا ذہین نوجوان اس ملک کا بادشاہ بن گیا تھا۔ دراصل وہ پتھر ہامون ہی جادو کے زور سے وہاں لایا تھا اور اس میں تلوار پیوست کر دی تھی۔ اور پھر جب سب لوگ تلوار نکالنے میں ناکام ہوئے تو اس نے جادو کے پتھر کو حکم دیا کہ برجیس کے ہاتھ لگاتے ہی تلوار کو چھوڑ دے۔ اس کے بعد برجیس کی رسم تاج پوشی بڑی دھوم دھام سے کی گئی۔

برجیس کے بادشاہ بننے کے کچھ دن بعد ہامون ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر پانی کے چشمے کے پاس بیٹھی ایک خوبصورت لڑکی پر پڑی۔ اس لڑکی کا نام سوسن تھا۔ سوسن نے اپنے نام کی مناسبت سے آسمانی رنگ کا خوبصورت لباس پہن رکھا تھا۔



ہامون نے سوسن کو دیکھا تو اس کے قریب جا کر اس سے اپنا تعارف کروایا۔ سوسن ہامون جادوگر سے مل کر بہت خوش ہوئی اور بولی ''کیا تم مجھے بھی جادو سکھا سکتے ہو؟'' ہامون نے سوسن کو کچھ جادو سکھائے جب ہامون نے اسے جادو کے ذریعے سمندر یا دریا کے پانی پر چلنے کا طریقہ بتایا تو سوسن بہت خوش ہوئی۔ اتنا کچھ جاننے کے بعد سوسن نے ہامون جادوگر سے کہا کہ وہ جادو کے ذریعے اس جنگل میں ایک محل بنا کر دے۔ ہامون جادوگر نے اپنی جادو کی چھڑی لہرائی اور جادو کے الفاظ پڑھ کر پھونک ماری تو وہ ایک انتہائی خوبصورت محل کے سامنے کھڑے تھے۔

سوسن اتنا خوبصورت محل دیکھ کر حیران رہ گئی۔ ہامون جادوگر اور سوسن محل کے اندر چلے گئے۔ ہامون جادوگر نے سوسن سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو سوسن نے کہا ''ٹھیک ہے میں تم سے ایک شرط پر شادی کرنے کو تیار ہوں......وہ یہ کہ تم ہمیشہ میرے ساتھ اس محل میں رہو گے اور میری مرضی کے بغیر یہاں سے باہر نہیں نکلو گے۔''

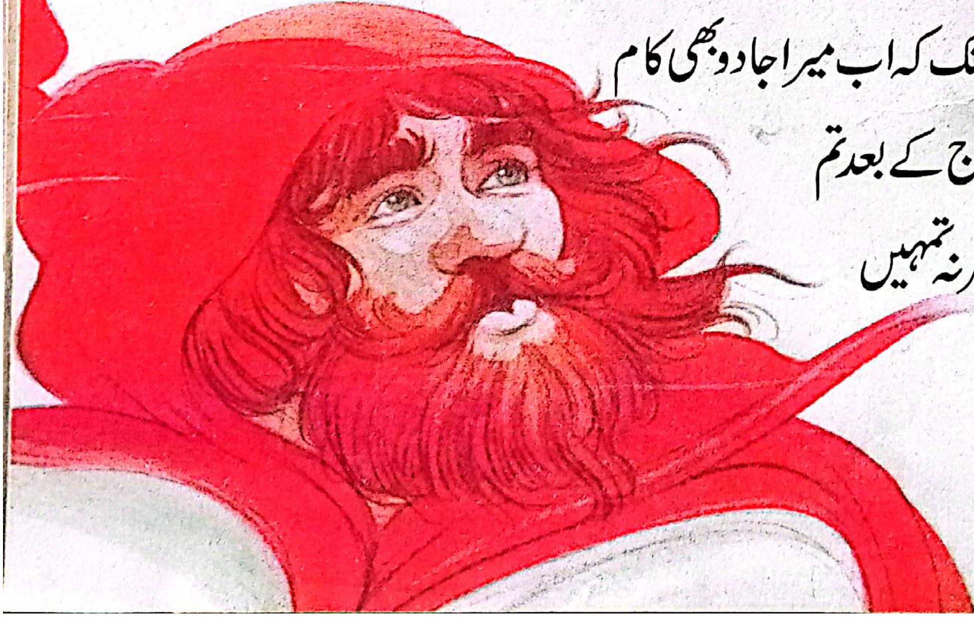




ہامون جادوگر نے سوسن سے وعدہ کیا کہ وہ اس کی مرضی کے بغیر محل سے باہر نہیں نکلے گا اور پھر دونوں کی شادی ہوگئی۔

شادی کے بعد سوسن نے ہامون جادوگر کے سکھائے ہوئے جادو کے ذریعے محل کے گرد ایک حصار قائم کر کے اس کو محل میں قید کر دیا اسے محل سے باہر نکلنے کی بالکل اجازت نہیں تھی۔

ہامون جادوگر بہت پریشان ہوا کیوں کہ اس کی آزادی سلب ہو چکی تھی اور اب اس کا کوئی جادو بھی کام نہیں کر رہا تھا۔ ایک دن وہ اپنی سوچوں میں گم بیٹھا تھا کہ سوسن آ کر اس کے پیچھے بیٹھ گی اور پوچھا ''ہامون ! تم کس بات پر پریشان ہو...... اتنے اداس کیوں رہتے ہو...... تم نے اپنی خواہش پر ہی تو مجھ سے شادی کی تھی۔'' ہامون جادوگر بولا ''وہ سب ٹھیک ہے لیکن آزادی بہت بڑی نعمت ہے...... تم نے میری آزادی سلب کر لی ہے...... یہاں تک کہ اب میرا جادو بھی کام نہیں کرتا۔'' سوسن نے کہا ''ٹھیک ہے آج کے بعد تم جادو کا عمل کر سکتے ہو لیکن اس محل سے باہر نہ تمہیں جانے کی اجازت ہے نہ تم جادو کے ذریعے جا سکو گے۔



کچھ عرصہ بعد اس جنگل سے ایک گھڑ سوار شخص کا گزر ہوا تو اس نے دھواں دیکھا۔ اس دھویں سے آواز آئی برجیس بادشاہ کو جا کر کہنا تمہارا دوست ہامون تم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکا ہے۔ اس کو ایک جنگلی لڑکی نے قیدی بنا لیا ہے...... اب تم کبھی اپنے دوست کو نہیں مل سکو گے۔

گھڑ سوار نے برجیس بادشاہ کو جا کر اس پراسرار آواز کے بارے میں بتایا۔ برجیس بادشاہ نے فوراً اپنے چند خاص نوجوان لئے اور گھڑ سوار کے بتائے ہوئے راستے پر چل دیا۔ محل میں جا کر اس نے سوسن کو گرفتار کر لیا اور اپنے محسن ہامون جادوگر کو اس کے چنگل سے رہائی دلائی۔ ہامون جادوگر نے برجیس بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ واپس شہر لوٹ آیا۔

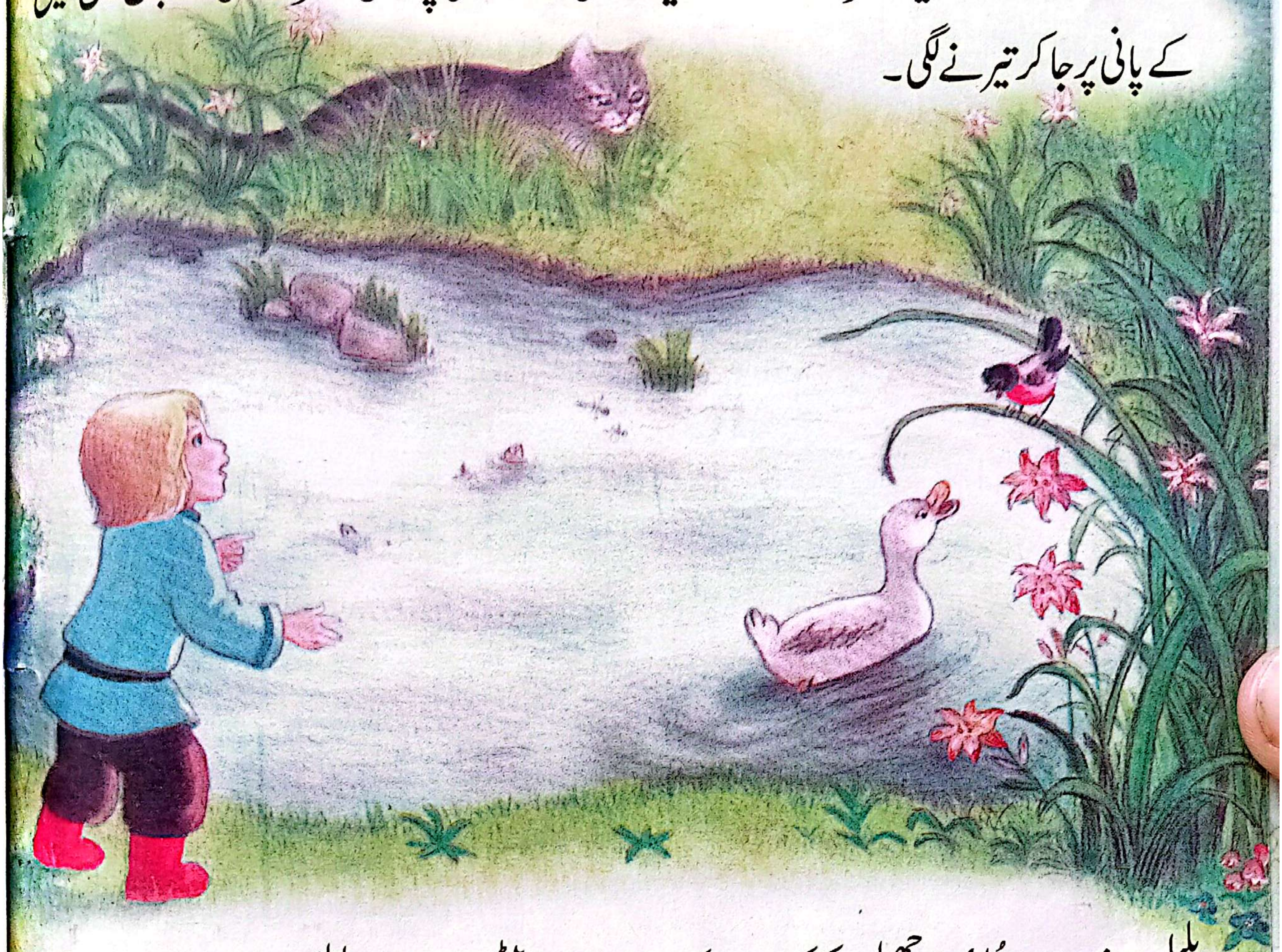


خونخوار بھیڑیا



ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک لڑکا جمیل اپنے دادا کے ساتھ ایک چھوٹے سے خوبصورت گھر میں رہتا تھا۔ گھر کے قریب ہی جمیل کے دادا کا بہت بڑا باغ تھا۔ جمیل اکثر باغ میں سیر کرنے چلا جاتا۔ اسی طرح ایک دن جمیل گھر سے نکلا اور باغ کی سیر کے لئے چل دیا۔ اس نے گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔

باغ میں ایک گھنے درخت کی شاخ پر اس نے اپنے دوست بلبل کو بیٹھے دیکھا تو اس سے بات کرنے کے لئے رک گیا۔ گھر کا دروازہ کھلا دیکھ کر جمیل کے دادا کی پالتو بطخ گھر سے نکلی اور باغ میں جھیل کے پانی پر جا کر تیرنے لگی۔



بلبل درخت سے اُڑی اور جھیل کے کنارے ایک پودے پر جا بیٹھی۔ اس نے بطخ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا ''میں نے جب بھی تمہیں دیکھا تم پانی میں تیرتی ہو یا پھر زمین پر چلتی ہو---- حالانکہ تمہارے جسم پر اتنے بڑے بڑے پر ہیں پھر بھی میں نے کبھی تمہیں ہوا میں اڑتے نہیں دیکھا''۔ بطخ نے جواباً کہا ''تم کیسے پرندے ہو جو صرف اڑنا جانتے ہو میری طرح پانی میں تیر نہیں سکتے''۔ اور پھر دونوں میں بحث شروع ہوگئی۔ کوئی بھی ہار ماننے پر تیار نہ تھا۔ جھیل کے قریب ہی لمبی لمبی گھاس میں ایک بلی چھپی ہوئی تھی وہ ان دونوں کی تکرار سُن کر بہت محظوظ ہو رہی تھی۔ بلی نے سوچا آج تو بہت اچھا اور مزیدار لنچ ملے گا۔ اس کی

نظریں بلبل پر لگی تھیں وہ آہستہ آہستہ دبے قدموں چلتی اس پودے کی طرف بڑھنے لگی جس پر بلبل بیٹھی تھی۔ اور جیسے ہی بلی نے بلبل پر حملہ کرنا چاہا جمیل نے فوراً شور مچا دیا۔ بلبل اپنی جگہ سے اڑ کر ایک اور بلند شاخ پر جا بیٹھی۔ بطخ جھیل میں تیرتے ہوئے بلی کو بُرا بھلا کہنے لگی۔ مگر بلی نے بطخ کی باتوں پر کوئی



توجہ نہ دی اور بلبل کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی کہ مجھے درخت پر چڑھ کر اسے پکڑ لینا چاہیئے۔ لیکن اس کے دل میں خیال آیا کہ اس اونچے درخت پر بلبل تک پہنچنے سے پہلے اگر بلبل وہاں سے اڑ گئی تو درخت پر چڑھنے کا کیا فائدہ ہوگا۔

جمیل کے دادا گھر آئے تو جمیل کو گھر میں نہ پا کر وہ سمجھ گئے کہ جمیل باغ میں ہوگا۔ انہوں نے فوراً باغ کا رخ کیا اور جمیل کا ہاتھ پکڑ کر گھر کی طرف مڑتے ہوئے اسے کہا "تمہیں کتنی مرتبہ منع کیا ہے کہ اکیلے باغ میں نہ آیا کرو---- اگر کسی روز بھیڑیا آ گیا تو کیا ہوگا؟ چلو جلدی گھر چلو"۔

جمیل کو خیال آیا کہ وہ ایک دم بڑا ہو گیا ہے اور اب اسے بھیڑیوں سے ڈر بھی نہیں لگتا۔ لیکن پھر بھی

جمیل کے دادا اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے گھر لے آئے اور دروازہ بند کر دیا۔

جمیل اور اس کے دادا کو گھر آئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ قریبی جنگل سے ایک خونخوار بھیڑیا ان کے باغ میں گھس آیا۔ بھیڑئے کو دیکھتے ہی بلی بھاگ کر درخت پر چڑھ گئی۔ بطخ گھر واپس جانے کے لئے جھیل سے باہر نکلی تو بھیڑیئے نے بطخ پر حملہ کر دیا۔ بطخ نے اپنی جان بچانے کے لئے دوڑ لگا دی لیکن جلد ہی بھیڑیئے نے اس کو قابو کر لیا اور ہڑپ کر گیا۔ پوری بطخ کھانے کے باوجود بھیڑیئے کی بھوک ختم نہیں ہوئی تھی۔

جمیل نے اپنے گھر کی کھڑکی سے باغ کا منظر دیکھا کہ بلی خوفزدہ ہو کر درخت کی ایک شاخ پر بیٹھی تھی۔ بلبل اس سے اوپر دوسری شاخ پر بیٹھی تھی جبکہ بھوکا بھیڑیا درخت کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر جمیل سے رہا نہ گیا اس نے سوچا کس طرح ان جانوروں کو اس خونخوار درندے سے نجات دلائے۔

جمیل کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ دیوار پر چڑھ گیا۔ درخت کی کچھ شاخیں دیوار کے بالکل قریب تھیں۔ جمیل نے ایک شاخ کو پکڑا اور درخت پر چڑھ گیا۔ وہ بلبل کے پاس آ گیا اور سرگوشی میں بولا "میری بات غور سے سنو اور جیسا

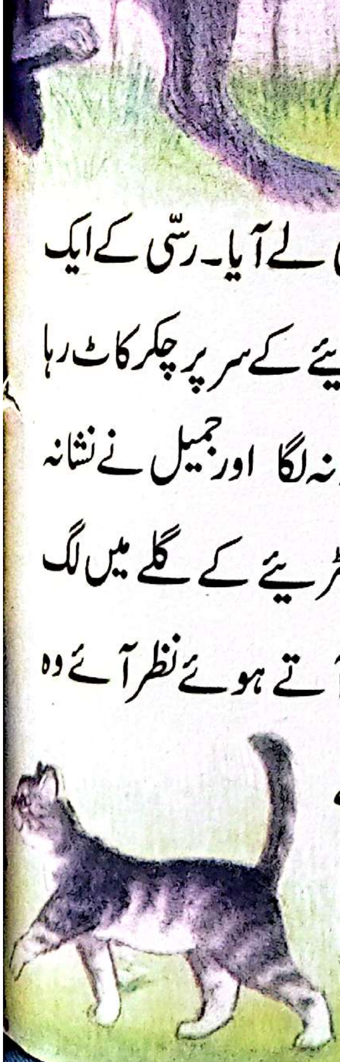


میں کہوں بالکل ویسا ہی کرو۔ جمیل نے بلبل کو اپنا منصوبہ سمجھاتے ہوئے کہا تم نیچے جاؤ اور بھیڑئے کے اوپر چکر لگانا شروع کر دو۔ وہ تمہیں پکڑنے کے لئے جھپٹنے لگے تو اوپر اڑ جاؤ اور پھر اس کے سر پر چکر لگانے لگو۔





تم اسی طرح اس کو مصروف رکھو اور دیکھو اپنا خیال رکھنا کہیں وہ ظالم تمہیں
پکڑ نہ لے۔ جمیل جلدی سے اُسی شاخ سے اتر کر گھر کے اندر گیا اور موٹی سی رسّی لے آیا۔ رسّی کے ایک
سرے پر پھندا بنا کر اس نے مضبوطی سے پکڑا اور درخت پر چڑھ گیا۔ بلبل بھیڑیئے کے سر پر چکر کاٹ رہا
تھا۔ بھیڑیا اسے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی تگ و دو میں بھیڑیئے کو بالکل پتہ نہ لگا اور جمیل نے نشانہ
لے کر پھندا اس کے اوپر پھینک دیا۔ پہلی ہی کوشش میں پھندا اچھلتے ہوئے بھیڑیئے کے گلے میں لگ
گیا۔ جمیل نے بھیڑیئے کو قابو کیا ہی تھا کہ اسے جنگل کی طرف سے تین شکاری آتے ہوئے نظر آئے وہ
بھیڑیئے کا تعاقب کر رہے تھے۔ جمیل نے بلند آواز سے شکاریوں کو مخاطب کرتے

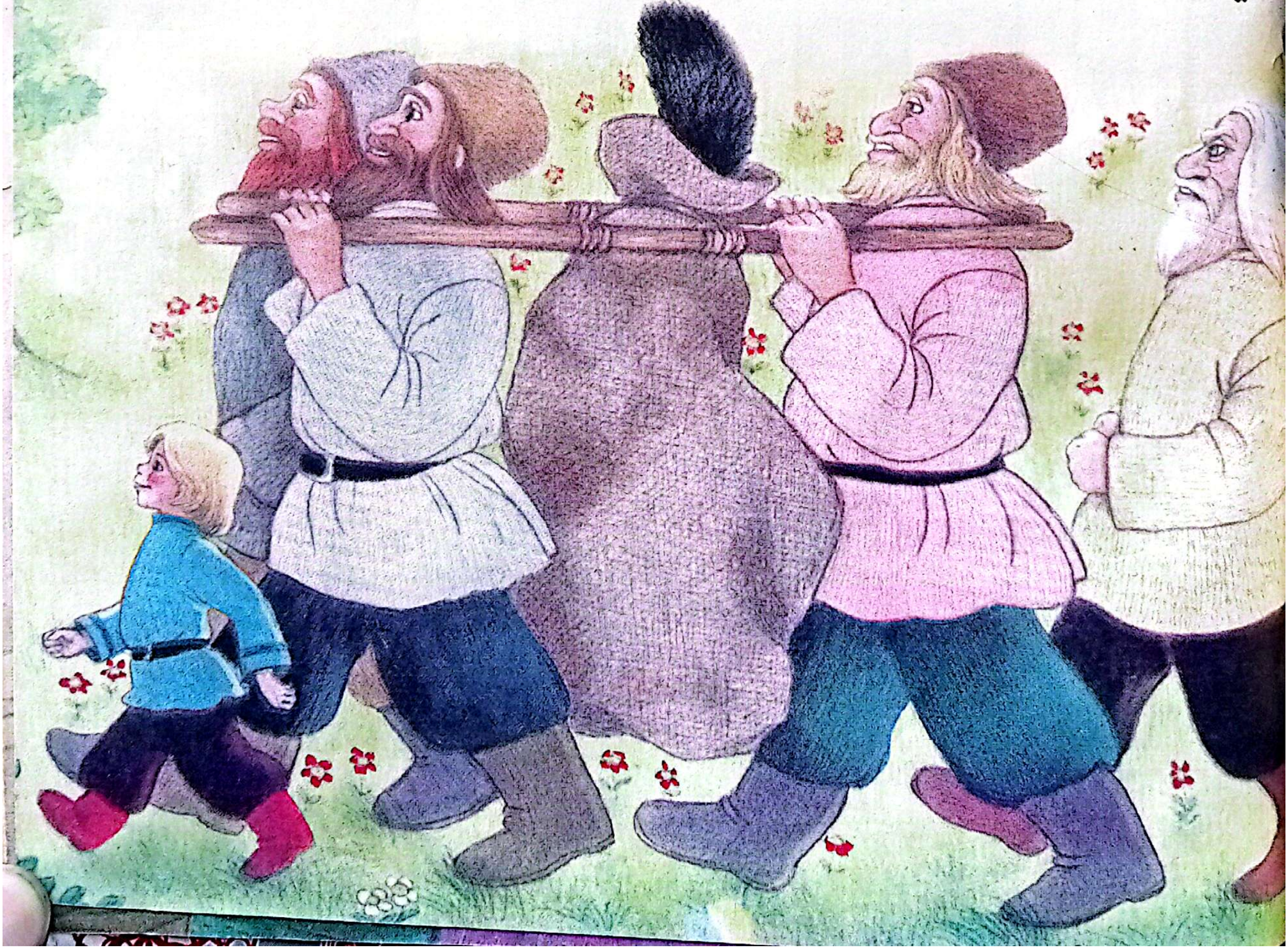


ہوئے کہا ''میں نے بھیڑیئے کو قابو کر لیا ہے--- آپ گولی نہ چلانا ہم اس کو زندہ

پکڑ کر اپنے شہر کے چڑیا گھر کو دے دیں گے''۔ جمیل نے شکاریوں کے ساتھ مل کر بھیڑیئے کو ایک بوری میں بند کر دیا۔

کچھ ہی دیر بعد ان کا قافلہ چڑیا گھر کی طرف رواں دواں تھا۔ جمیل سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے تینوں شکاریوں نے وہ بوری اٹھا رکھی تھی جس میں بھیڑیا بند تھا۔ ان کے پیچھے جمیل کے دادا بڑے فخر سے سر اٹھائے چل رہے تھے۔ کیونکہ ان کے پوتے نے اپنی عقلمندی سے ایک مکار خونخوار بھیڑیئے کو پکڑ لیا تھا۔

انہوں نے بھیڑیئے کو چڑیا گھر والوں کے حوالے کر دیا۔ چڑیا گھر کے افسر نے جمیل کو شاباش دی اور بھیڑیئے کو ایک بڑے پنجرے میں بند کر دیا۔ جمیل اپنے گھر جانے کے لئے مڑا تو اس کو بھڑیئے کے پیٹ سے آواز سنائی دی ''پیارے دوست کیا مجھے بھی یہاں چھوڑ کر چلے جاؤ گے''؟ جمیل نے آواز پہچان لی یہ آواز کسی اور کی نہیں بلکہ اس بطخ کی تھی جسے بھڑیئے نے نگل لیا تھا۔ جمیل نے بطخ کو تسلی دی اور کہا ''میں

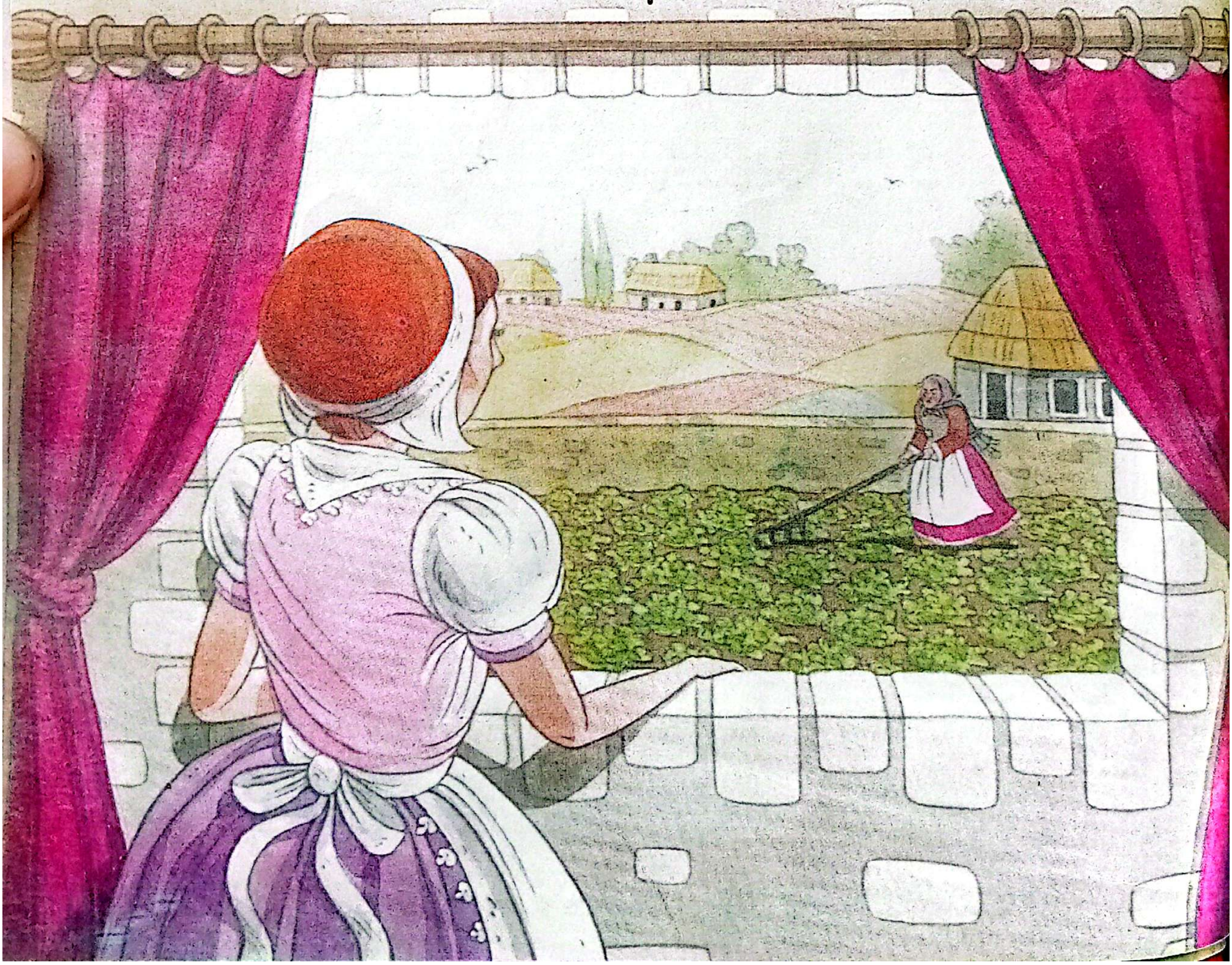


جلد ہی تمہیں اس اندھیری جگہ سے نجات دلا دوں گا‘‘۔ چڑیا گھر والوں نے بھیڑیئے کے پیٹ کا آپریشن کر کے بطخ کو نکال لیا۔ خوش قسمتی سے بطخ بالکل صحیح سلامت تھی۔ وہ جمیل کے پیچھے بھاگتی ہوئی گھر کی طرف چل دی۔ جمیل کی عقلمندی سے سب جانوروں کی جان بچ گئی اور بھیڑیا ہمیشہ کے لئے چڑیا گھر کے پنجرے کی سلاخوں کے پیچھے پہنچ گیا۔



نوشابہ اور جادوگرنی

پیارے بچو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی ملک میں ایک تاجر اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ تاجر کی بیوی اکثر بیمار رہتی تھی۔ ایک دن حکیم نے تاجر کی بیوی کو ایک خاص جڑی بوٹی کے پتے کھانے کے لیے کہا۔ کافی تلاش کے باوجود تاجر کو وہ جڑی بوٹی کہیں نہ ملی۔ تاجر کی بیوی کی حالت زیادہ خراب ہوتی جا رہی تھی۔ ایک دن تاجر کی بیوی اپنی خواب گاہ کی کھڑکی میں کھڑی تھی کہ اس کی نظر اپنے ہمسائے کے گھر پڑی۔ اس کی ہمسائی اپنے گھر کے صحن میں ننھے ننھے پودوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھی۔ تاجر کی بیوی نے دیکھا تو یہ وہی جڑی بوٹی تھی جس کی انہیں کافی دن سے تلاش تھی۔ اس نے اپنے شوہر کو بتایا تو وہ کہنے لگا۔ اس گھر میں تو ایک جادوگرنی رہتی ہے اور وہ کسی کو ملنا پسند نہیں کرتی۔





اپنی بیوی کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر رات کے وقت تاجر جادوگرنی کے گھر گیا اور چپکے سے جڑی بوٹی چرا کر لے آیا۔ گھر آتے ہی اس نے اپنی بیوی کو جڑی بوٹی کھلائی تو صبح تک اس کی حالت قدرے سنبھل گئی۔ دوسرے دن پھر تاجر جادوگرنی کے گھر سے جڑی بوٹی چرا لایا۔

ایک روز وہ جادوگرنی کے گھر سے جڑی بوٹی کے پتے توڑ رہا تھا کہ جادوگرنی نے اسے دیکھ لیا۔ تاجر نے اسے اپنی بیمار بیوی کے بارے میں بتایا اور کہا کہ صرف اس جڑی بوٹی سے ہی اس کا علاج ممکن ہے اور یہ جڑی بوٹی کہیں اور دستیاب نہیں۔ جادوگرنی نے کہا میں تمہیں ایک شرط پر معاف کر سکتی ہوں اور بلکہ مزید پتے لے جانے کی اجازت بھی دے سکتی ہوں۔ تم اپنا ایک بچہ مجھے دے دو۔ تاجر نے کہا: ''ہماری کوئی اولاد نہیں ہے ورنہ میں تمہیں ضرور ایک بچہ دے دیتا۔'' جادوگرنی بولی۔ ''مجھے معلوم ہے لیکن تم وعدہ کرو کہ جب بھی تمہاری اولاد ہوگی تم اپنا پہلا بچہ مجھے دے دو گے۔'' تاجر نے اپنی اور اپنی بیوی کی جان بچانے کی خاطر وعدہ کر لیا۔

کچھ عرصہ بعد تاجر کے گھر ایک پیاری سی بچی نے جنم لیا۔ تاجر اور اس کی بیوی بہت خوش تھے مگر یہ

خوشی جلد ہی اس وقت ختم ہوگئی جب انہوں نے اپنے گھر جادوگرنی کو دیکھا۔ جادوگرنی نے کہا: ''لاؤ یہ خوبصورت بچی میرے حوالے کردو...... تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔'' تاجر اور اس کی بیوی نے جادوگرنی کی بہت منت سماجت کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ بچی کو لے کر چلی گئی۔

جادوگرنی نے بچی کا نام نوشابہ رکھا۔ نوشابہ بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی خوبصورتی میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ خاص طور پر نوشابہ کے بال بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ اس کے بال سنہرے رنگ کے تھے اور اتنے بڑے تھے کہ نوشابہ کو اپنے بال سمیٹنے میں خاصی مشکل پیش آتی تھی۔

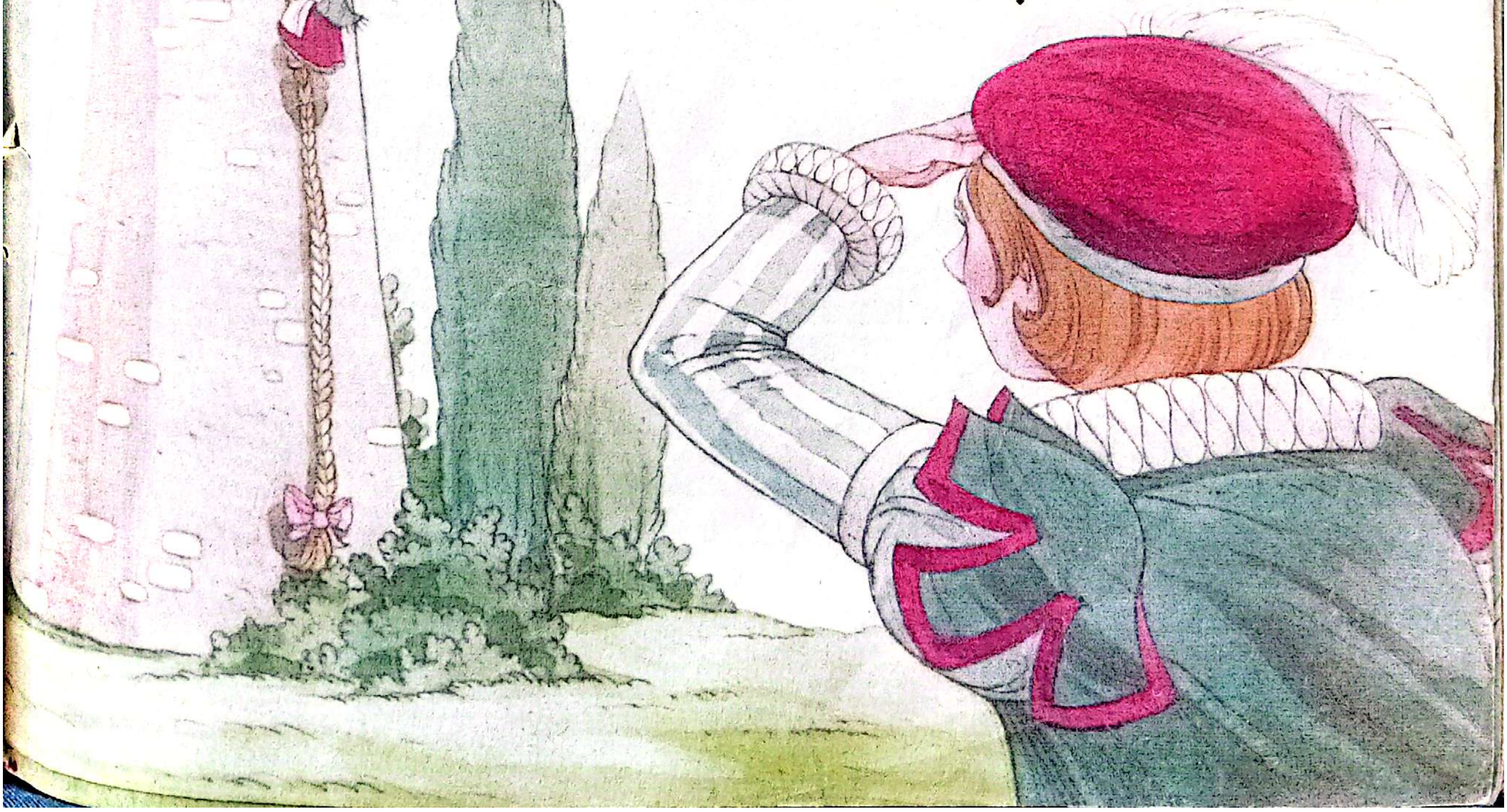
جادوگرنی نے جنگل میں ایک بہت اونچا مینار بنایا اور اس مینار کے اوپر ایک کمرے میں نوشابہ کو قید کر دیا۔ کیونکہ جادوگرنی نہیں چاہتی تھی کہ کوئی نوشابہ کو دیکھے اور اس سے شادی کر کے لے جائے۔ اس لیے جادوگرنی نے جس مینار پر نوشابہ کو قید کیا تھا اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ مینار کے اوپر کمرے میں

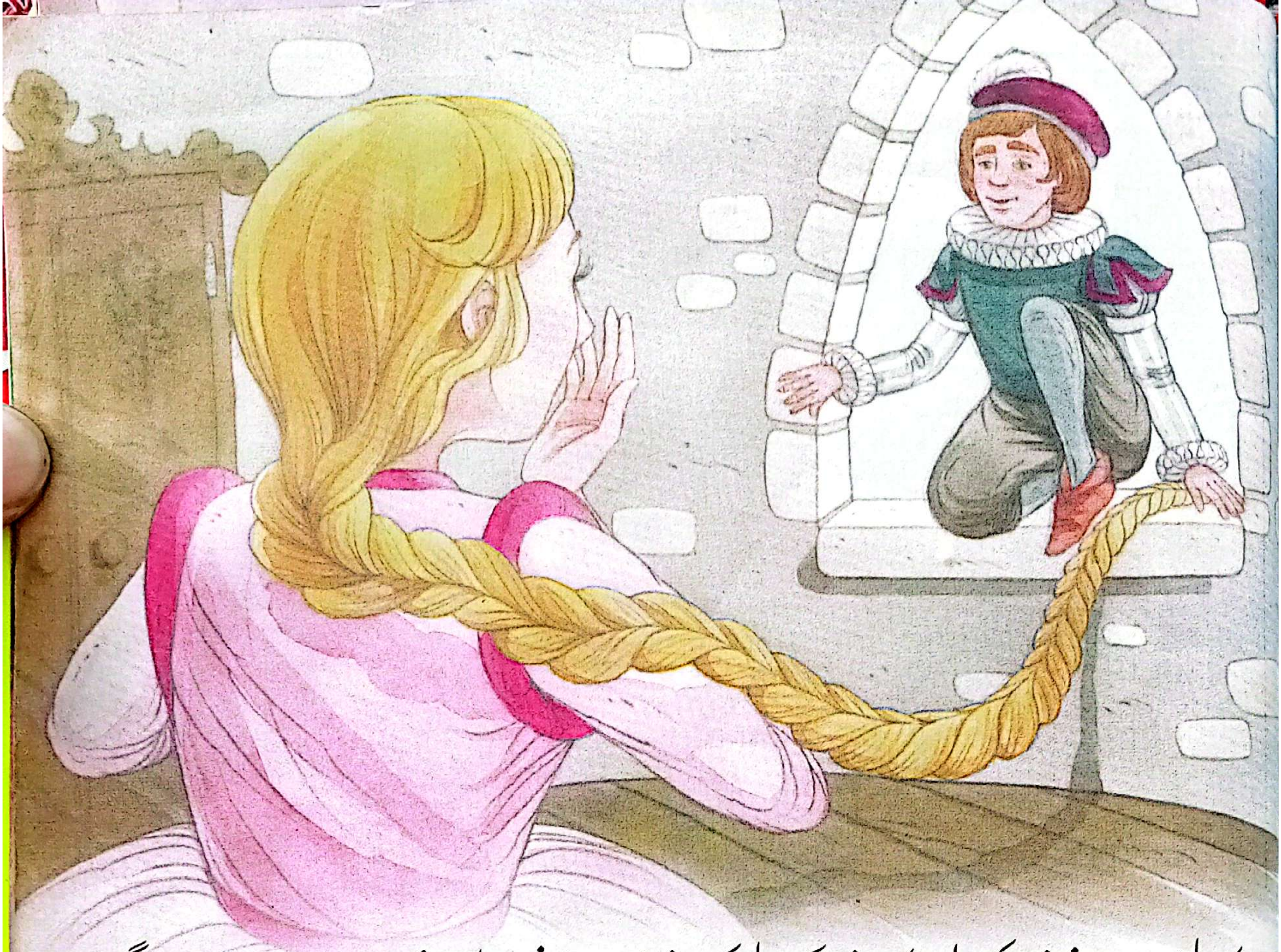


صرف ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ جادوگرنی جب بھی نوشابہ کو ملنے آتی تو مینار کے نیچے کھڑی ہوکر آواز دیتی۔ ''نوشابہ...... میری پیاری بیٹی نوشابہ...... اپنے بال نیچے کرو میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔'' جادوگرنی کی آواز سن کر نوشابہ اپنے لمبے سنہری بال کھڑکی سے نیچے لٹکا دیتی اور جادوگرنی ان کو پکڑ کر اوپر چلی جاتی تھی۔

ایک دن شہزادہ جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر اس خوبصورت مینار پر پڑی۔ شہزادہ مینار دیکھ کر سوچنے لگا کہ اس جنگل میں یہ مینار کس نے بنایا ہوگا؟ ابھی شہزادہ دور سے مینار دیکھ ہی رہا تھا کہ جادوگرنی وہاں آئی اور نوشابہ کو آواز دے کر بال نیچے گرانے کے لیے کہا۔ شہزادے نے دیکھا نوشابہ نے آواز سن کر فوراً اپنے بال کھڑکی سے نیچے لٹکا دیے اور جادوگرنی ان کو پکڑ کر مینار پر چڑھ گئی۔

نوشابہ کے حسن نے خاص طور پر اس کے لمبے سنہری بالوں نے شہزادے کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ شہزادے نے کہا۔ میں اس مینار اور اس میں رہنے والی لڑکی کے بارے میں ضرور معلوم کروں گا۔ پھر شام کے وقت شہزادے نے مینار کے پاس آ کر جادوگرنی کی طرح آواز





نکالتے ہوئے نوشابہ کو بال لٹکانے کے لیے کہا۔ نوشابہ نے فوراً بال نیچے لٹکا دیئے اور سوچنے لگی یہ جادوگرنی آج اس وقت دوبارہ کیوں اس سے ملنے آئی ہے۔ اس وقت تو وہ کبھی نہیں آئی۔ اتنی دیر میں شہزادہ مینار کی کھڑکی کے ذریعے اندر آ چکا تھا۔ نوشابہ اپنے سامنے اجنبی نوجوان کو دیکھ کر چونک گئی۔ شہزادے نے کہا: ''ڈرو نہیں...... مجھے اپنا دوست سمجھو...... اور مجھے بتاؤ تم یہاں کیوں رہتی ہو؟'' شہزادے کی باتوں سے نوشابہ کا خوف کچھ کم ہوا تو اس نے ہچکچاتے ہوئے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔

شہزادہ روزانہ نوشابہ کو ملنے آتا اور دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہتے۔ ایک دن شہزادے نے نوشابہ سے کہا: ''میں تمہیں یہاں سے نکال کر اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ شادی کرنا پسند کرو گی؟'' نوشابہ نے کہا: ''لیکن اس مینار سے نکلنا میرے لیے ممکن نہیں کیونکہ اس سے نیچے اترنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔'' شہزادے نے کہا: ''کل میں آتے وقت اپنے ساتھ ایک لمبی رسی لے کر آؤں گا اور تمہارے بالوں کی جگہ رسی مینار سے نیچے لٹکا کر ہم باہر چلے جائیں گے۔''

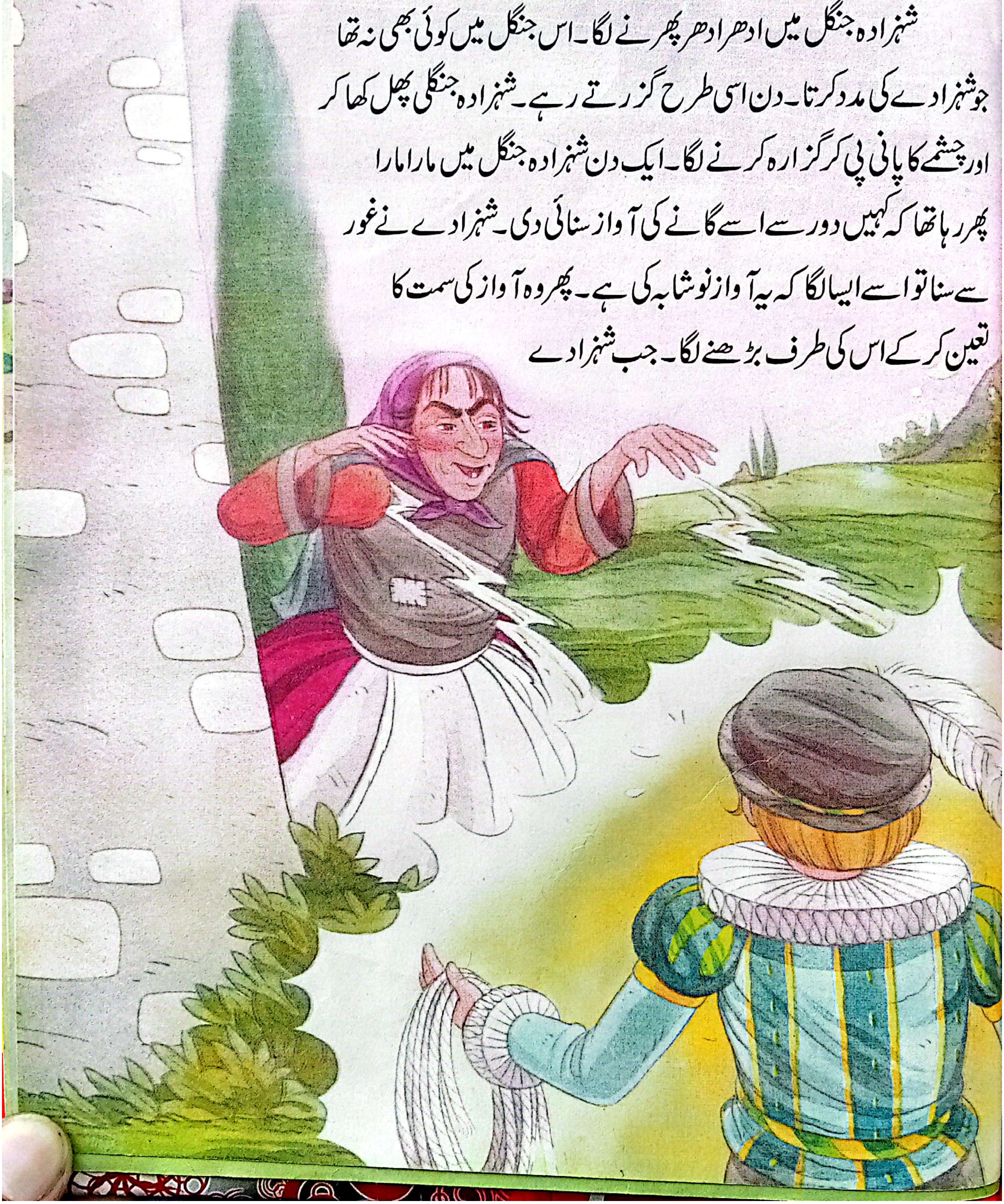


دوسرے دن نوشابہ شہزادے کا انتظار کر رہی تھی کہ جادوگرنی نے آ کر آواز دی۔ نوشابہ نے اپنے لمبے سنہری بال کھڑکی سے باہر لٹکا دیے۔ جادوگرنی بال پکڑ کر اوپر آئی تو بے اختیار نوشابہ نے کہا: ”شہزادہ تو اتنے جھٹکے سے اوپر نہیں آتا۔“ جادوگرنی شہزادے کا سن کر سمجھ گئی کہ اس کی غیر موجودگی میں ضرور کوئی نوشابہ کو ملنے آتا ہے۔ جادوگرنی نے نوشابہ سے سختی سے پوچھا تو اس نے مجبوراً سب کچھ بتا دیا۔ جادوگرنی کو بہت غصہ آیا۔ اس نے جادو کے ذریعے نوشابہ کو مینار سے نیچے اتارا اور کہیں دور ایک گھر میں بند کر دیا۔

شام کے وقت جادوگرنی مینار کے قریب چھپ کر شہزادے کا انتظار کرنے لگی۔ شہزادے نے آ کر نوشابہ کو آواز دی تو جادوگرنی ایک دم سامنے آ گئی اور بولی۔ ”میں نے نوشابہ کو کسی اور جگہ چھپا دیا ہے۔ تم

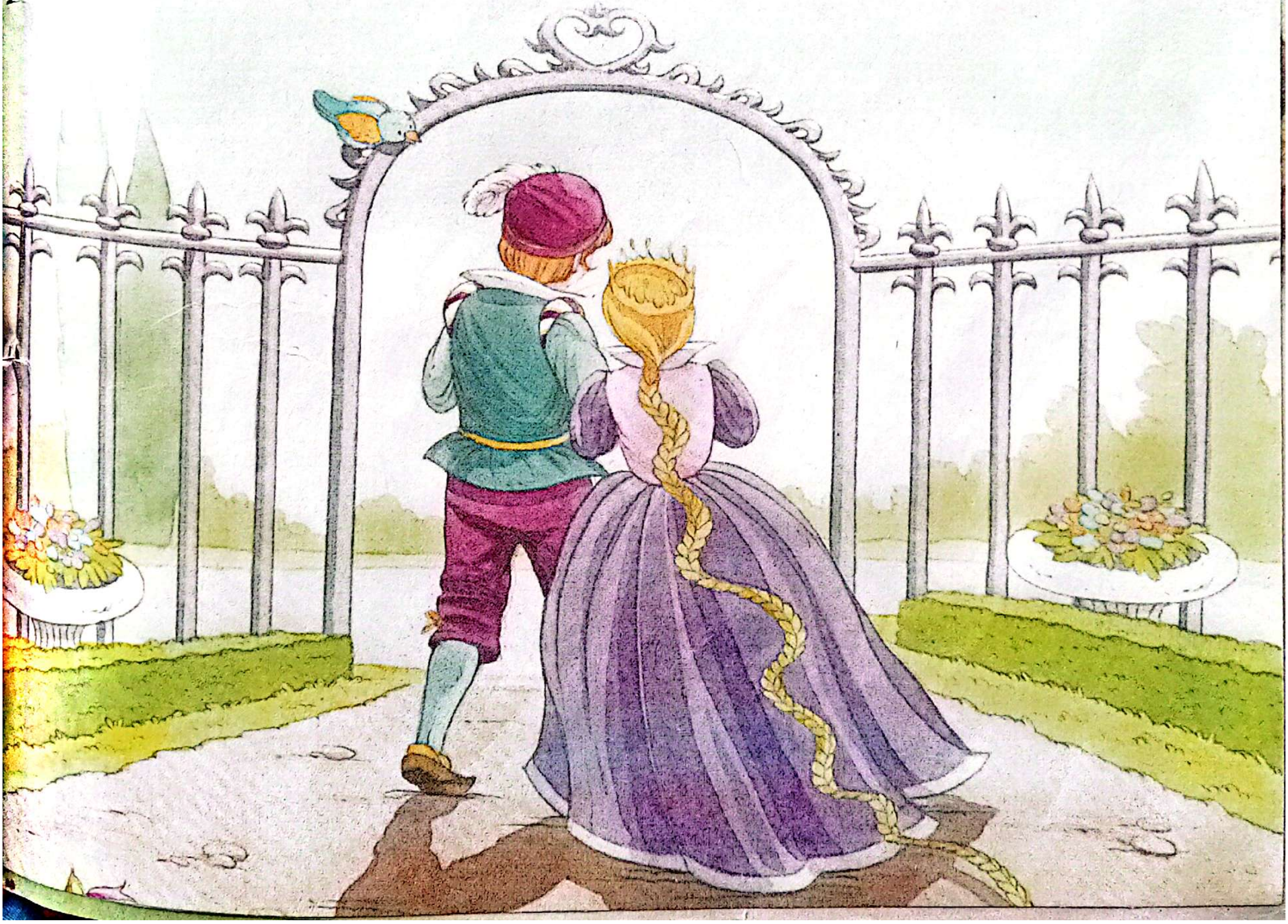
اب کبھی اسے نہیں مل سکو گے...... میں تمہاری بینائی چھین رہی ہوں...... تم ساری عمر بھٹکتے پھرو گے۔'' یہ کہہ کر اس نے جادو کے ذریعے شہزادے کو اندھا کر دیا۔

شہزادہ جنگل میں ادھر ادھر پھرنے لگا۔ اس جنگل میں کوئی بھی نہ تھا جو شہزادے کی مدد کرتا۔ دن اسی طرح گزرتے رہے۔ شہزادہ جنگلی پھل کھا کر اور چشمے کا پانی پی کر گزارہ کرنے لگا۔ ایک دن شہزادہ جنگل میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ کہیں دور سے اسے گانے کی آواز سنائی دی۔ شہزادے نے غور سے سنا تو اسے ایسا لگا کہ یہ آواز نوشابہ کی ہے۔ پھر وہ آواز کی سمت کا تعین کر کے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ جب شہزادے





کو محسوس ہوا کہ وہ آواز کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے تو اس نے زور سے آواز دے کر پوچھا۔ ''کیا تم نوشابہ ہو...... تم میری آواز سن رہی ہو؟'' نوشابہ نے شہزادے کی آواز سنی تو بھاگتی ہوئی آئی اور شہزادے سے مل کر رونے لگی۔ نوشابہ کے آنسو شہزادے کی آنکھوں پر گرے تو جادو کا اثر ختم ہو گیا اور شہزادے کی بینائی بحال ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی جادوگرنی بھی مر گئی۔ اس طرح شہزادہ نوشابہ کو لے کر اپنے محل میں آ گیا اور دونوں شادی کر کے ساتھ رہنے لگے۔



بنگال کا جادوگر



عدین اپنے امی ابو کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں رہتی تھی۔ ان کا گھر بنگال شہر سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں تھا۔ وہاں اکثر تیز ہواؤں کے جھکڑ چلتے رہتے تھے۔ بعض اوقات تند و تیز ہوا بڑے بڑے بگولوں کی شکل اختیار کر لیتی۔ یہ بگولے اتنے طاقتور ہوتے کہ ان کی زد میں آنے والے گھر تباہ و برباد ہو جاتے۔

ایک دن عدین گھر میں اکیلی تھی۔ اچانک تیز ہوا چلنے لگی۔ عدین بھاگ کر ایک کمرے میں چھپ گئی۔ بڑھتے بڑھتے ہوا ایک بگولے کی شکل اختیار کر گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بگولے نے عدین کے گھر کو اپنی

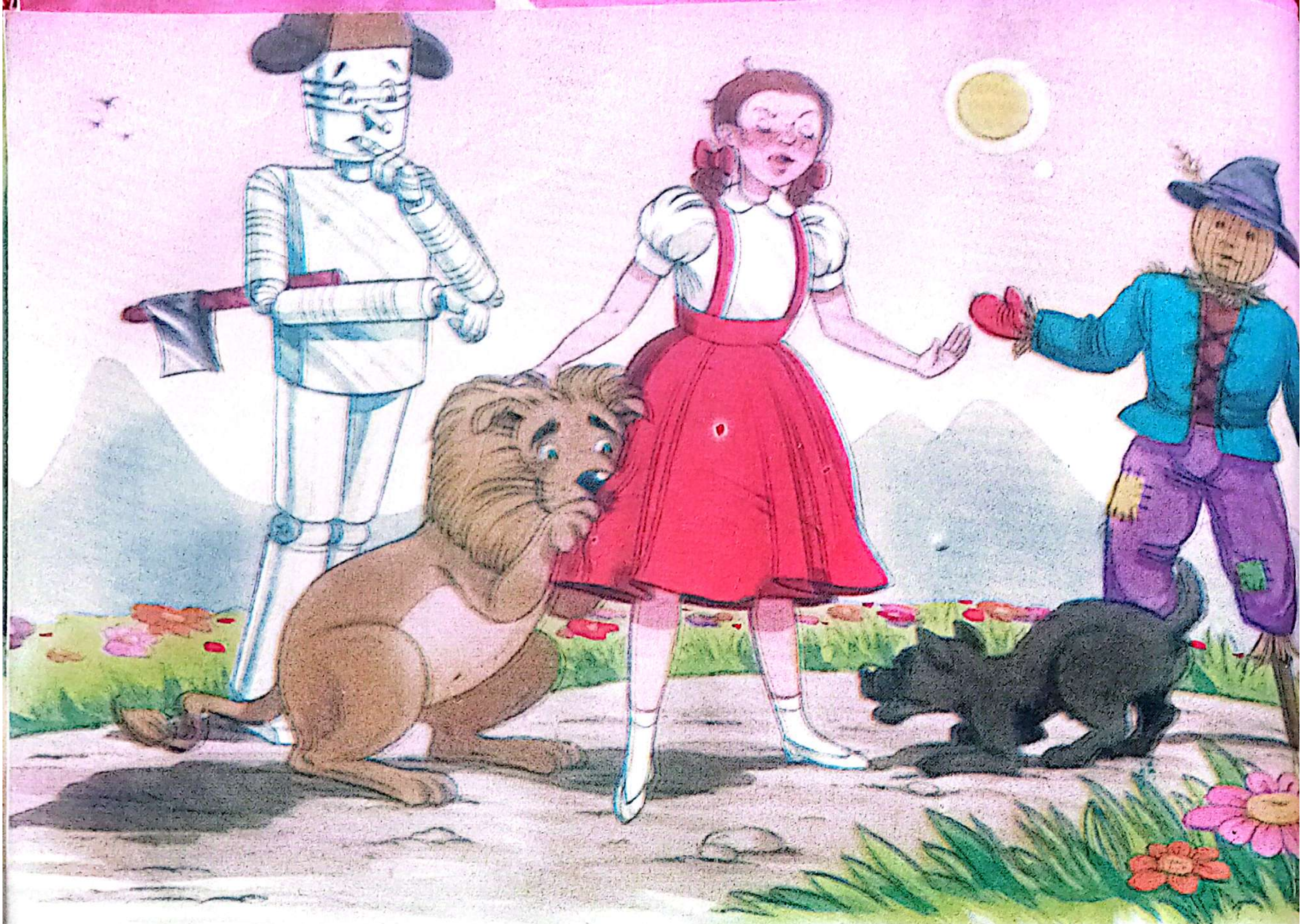




لپیٹ میں لے لیا۔ اور اسے زمین سے اٹھا کر آگے بڑھ گیا لیکن معجزاتی طور پر عدین کا گھر بگولے کی لپیٹ میں آنے کے باوجود صحیح سلامت رہا۔ کچھ دیر بعد عدین کو محسوس ہوا کہ طوفانی ہوا کا زور ختم ہو گیا ہے تو اس نے ڈرتے ڈرتے گھر کا دروازہ کھولا اور باہر آ گئی۔

عدین نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے کی زمین ہری ہری گھاس سے ڈھکی ہوئی تھی اور بہت سے خوبصورت رنگوں کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ عدین کے پیچھے اس کا کتا بھی گھر سے باہر نکل آیا۔ وہ بھی رنگ برنگے پھولوں کو دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ عدین کی نظر پھولوں کی دوسری طرف کھڑے بونوں پر پڑی۔ ان کے ساتھ ایک رحمدل پری بھی تھی۔ عدین نے ہمت کر کے انہیں مخاطب کیا اور پوچھا۔ ''یہ کون سی جگہ ہے......؟ اور میں اس وقت کہاں ہوں؟'' پری نے آگے بڑھ کر عدین کو بتایا کہ یہ بنگال کا مشرقی علاقہ ہے۔ یہاں ایک بہت بڑے جادوگر کا حکم مانا جاتا ہے۔ عدین نے کہا: ''میں اپنے امی اور ابو کے پاس واپس جانا چاہتی ہوں۔ اے اچھی رحمدل پری میری مدد کرو۔'' پری نے





عدین کو کہا: ''اپنے گھر واپس جانے کے لیے جادوگر ہی تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ تم اس کو جا کر ملو وہ ضرور تمہیں تمہارے گھر بھیج دے گا۔ رحمدل پری نے عدین کو خوبصورت جوتے دیے اور پیار کرتے ہوئے بولی۔ ''تم بالکل پریشان نہ ہو۔ یہاں سے مغرب کی جانب چلنا شروع کر دو بہت جلد تم جادوگر کے پاس پہنچ جاؤ گی۔

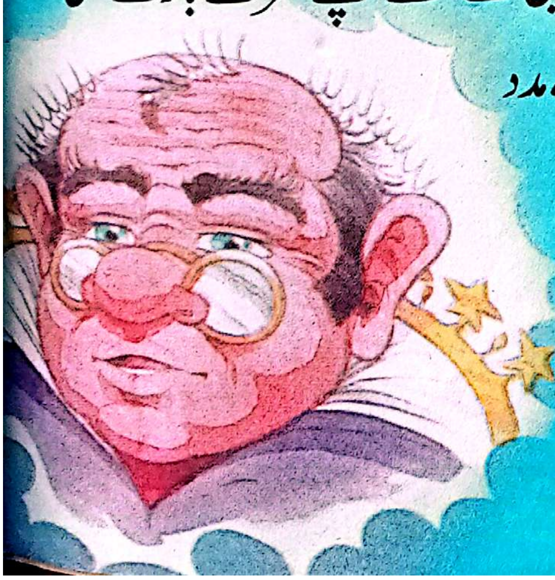
عدین نے رحمدل پری کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑی۔

کچھ دور جا کر عدین کو ایک لکڑی کا پتلا ملا۔ پتلے نے عدین سے کہا کہ مجھے اپنے ساتھ جادوگر کے پاس لے چلو...... شاید وہاں مجھے اپنی خالی کھوپڑی کے لیے دماغ مل جائے۔ عدین نے اسے ساتھ لے لیا۔ آگے اُسے ایک ٹین کا آدمی ملا۔ اس نے عدین سے درخواست کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو...... میں جادوگر سے اپنے خالی سینے میں دل ڈلوانا چاہتا ہوں۔ عدین نے کہا: ''کوئی حرج نہیں...... تم بھی ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔'' ابھی انہیں چلتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ان کا سامنا ایک شیر سے ہو گیا۔ شیر نے عدین کو مخاطب کیا اور بولا۔ ''کیا تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو گی؟ میں جادوگر سے بہادری لینا

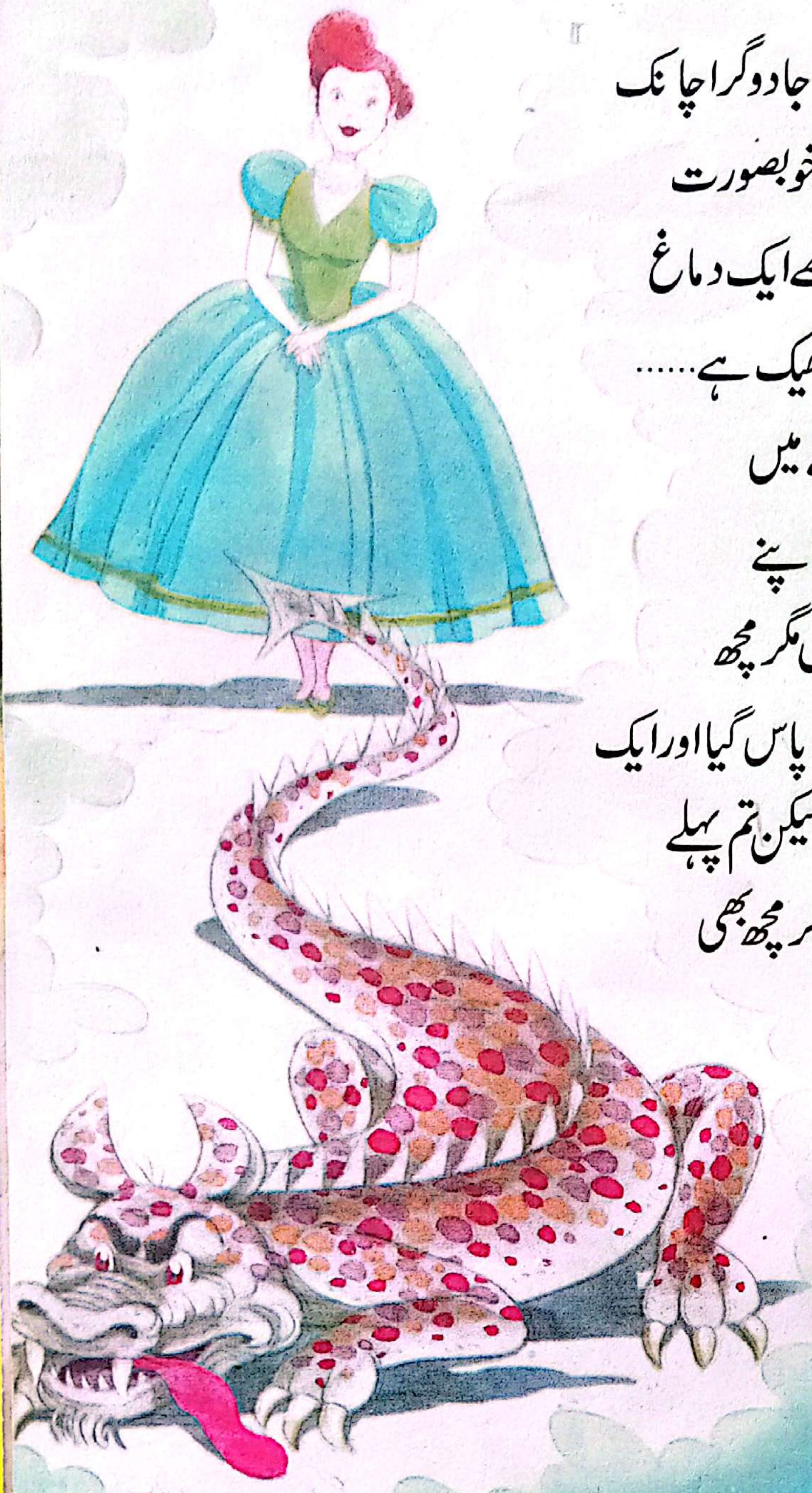


چاہتا ہوں۔ کیونکہ شیر ہونے کے باوجود بہت بزدل ہوں اور یہ میرے لیے شرمندگی کی بات ہے۔'' عدین نے اسے بھی ساتھ لے لیا۔

عدین اور اس کے ساتھی جادونگری میں پہنچے تو شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔ جادونگری کے دروازے بند تھے۔ عدین نے محافظ کو بتایا کہ میں ایک پریشان حال ہوں اور فوری طور پر جادوگر سے ملنا چاہتی ہوں۔ محافظ نے عدین کی داستان سے متاثر ہو کر دروازہ کھول دیا اور کہا: ''تم اس راستے پر سیدھی چلتی رہو...... جادوگر تمہیں کسی بھی وقت کسی بھی شکل میں مل سکتا ہے۔'' عدین جادونگری میں چلی جا رہی تھی کہ اس کو ایک ایسا شخص ملا جس کا صرف سر اور چہرہ تھا باقی جسم کا کوئی حصہ نہ تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہی وہ جادوگر ہے جس کی اسے تلاش ہے۔ بغیر دھڑ والے آدمی کے پوچھنے پر عدین نے اسے اپنے گھر کے بارے میں بتایا اور کہا: ''میں واپس اپنے والدین کے پاس جانے کے لیے تم سے مدد چاہتی ہوں۔'' جادوگر نے کہا: ''میں تمہیں واپس پہنچا دوں گا لیکن اس سے پہلے تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔''



عدین کے پوچھنے پر جادوگر نے کہا: ''اس جادونگری کے شمال میں جنگل کے دوسری طرف ایک مکار جادوگرنی ہے تمہیں اس جادوگرنی

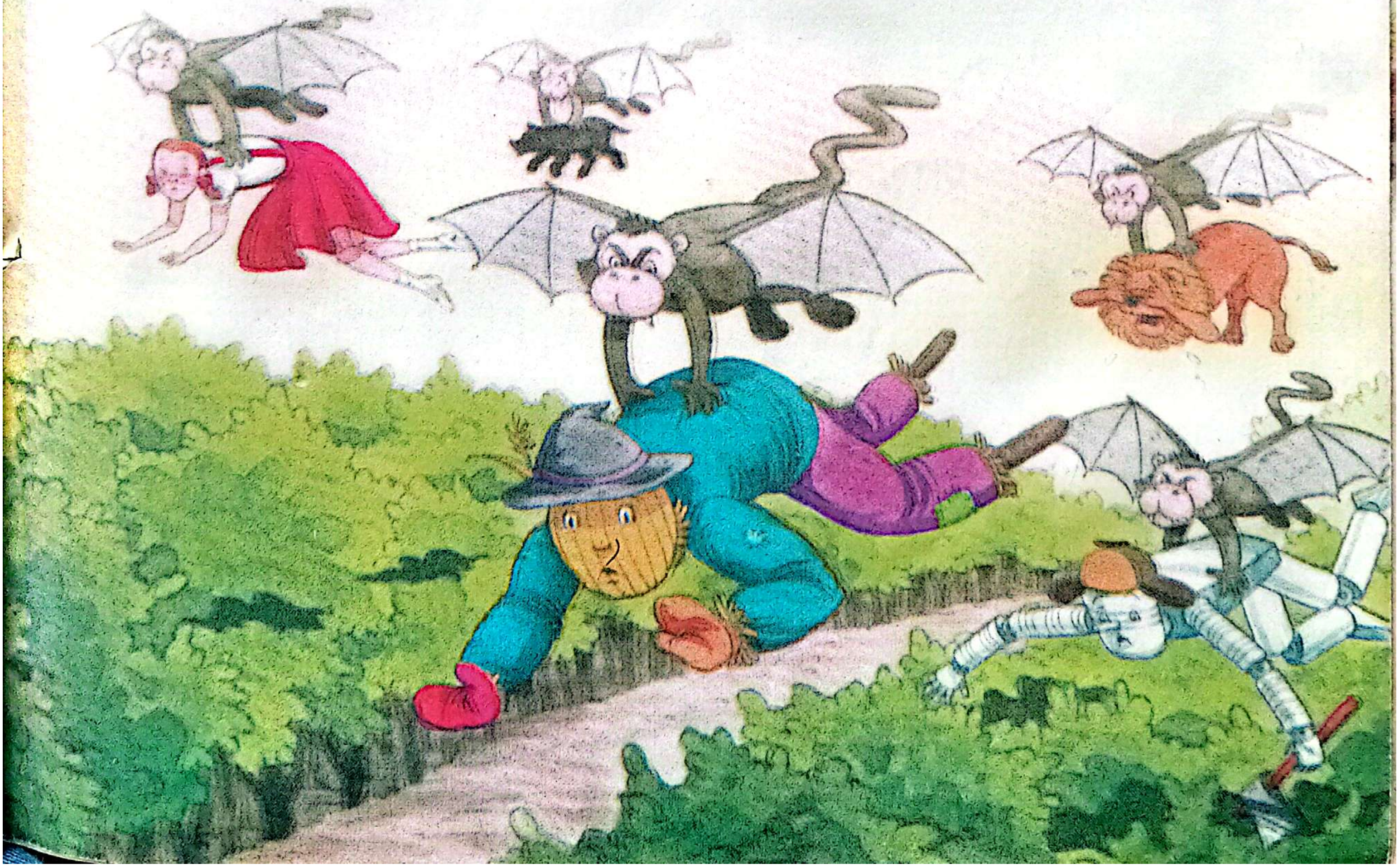


کو مارنا ہوگا۔'' عدین نے جادوگر سے وعدہ کرلیا...... جادوگر اچانک غائب ہوگیا۔ کچھ دور آگے جاکر ان کی ملاقات ایک خوبصورت لڑکی سے ہوئی۔ لکڑی کے پتلے نے اس سے کہا: ''مجھے ایک دماغ چاہیے...... کیا تم میری مدد کروگی؟'' لڑکی نے کہا: ''ٹھیک ہے...... تمھیں دماغ مل جائے گا۔ پہلے تم جادوگرنی کو مارنے میں عدین کی مدد کرو۔'' یہ کہہ کر لڑکی غائب ہوگئی۔ عدین اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد انھیں مگرمچھ کی شکل کا ایک جانور دکھائی دیا۔ ٹین کا آدمی اس کے پاس گیا اور ایک عدد دل مانگا۔ مگرمچھ نے کہا: ''تمھیں دل ضرور ملے گا لیکن تم پہلے جادوگرنی کو مارنے میں عدین کی مدد کرو۔'' اور پھر یہ مگرمچھ بھی غائب ہوگیا۔ آگے جاکر انھیں آگ کا ایک بہت بڑا گولہ نظر آیا۔ شیر بھاگ کر آگ کے گولے کے پاس گیا اور اپنے لیے بہادری مانگی۔ آگ کے گولے سے آواز آئی۔ ''تمھاری آرزو جلد پوری ہوگی...... تم بھی عدین کے ساتھ جاؤ اور جادوگرنی کو ختم کرنے میں مدد کرو۔''





سب دوست مل کر جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک جادوگرنی کو ان کی آمد کا علم ہوگیا۔ جادوگرنی کی اگرچہ ایک ہی آنکھ تھی لیکن وہ اس ایک آنکھ سے ہی اپنے چاروں طرف کافی دور تک دیکھ سکتی تھی۔ جادوگرنی نے بھیڑیئے، کوے اور مکھی کو بلا کر حکم دیا کہ جاؤ عدین اور اس کے ساتھیوں کو آگے بڑھنے سے روکو۔ جادوگرنی کا حکم ملتے ہی بھیڑیا اپنے ساتھیوں سمیت عدین اور اس کے ساتھیوں کو روکنے کے لیے آیا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جادوگرنی نے عدین کو اپنے دوستوں کے ساتھ مزید آگے آتے دیکھا تو اپنے اڑنے والے بندروں کو حکم دیا کہ وہ انہیں اٹھا کر لے آئیں۔





بندروں نے آ کر عدین اور اس کے دوستوں کو اپنے پنجوں میں اٹھا لیا اور اڑتے ہوئے جادوگرنی کے پاس جا پہنچے۔ جادوگرنی نے کہا: ''ان سب کو ایک کمرے میں بند کر دو...... میں ان کو ایسا سبق سکھاؤں گی کہ آئندہ کوئی اور میرے علاقے میں آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔''

دوسرے دن عدین نے جادوگرنی سے کہا: ''مجھے گرمی لگ رہی ہے...... میں نہانا چاہتی ہوں۔''

جادوگرنی نے کہا: ''میں ضرور تمہاری خواہش پوری کروں گی کیونکہ تھوڑی دیر بعد تو تم نے مر ہی جانا ہے۔''

جادوگرنی کے حکم پر کمرے میں ایک بڑے ٹب میں پانی بھر دیا گیا۔ عدین اس ٹب میں نہانے لگی۔ جادوگرنی قریب ہی بیٹھی تھی۔ جادوگرنی نے عدین کی خوبصورت جوتی اٹھائی اور خوشی سے بولی۔ ''یہ جوتی مجھے پسند ہے...... یہ تو میں لوں گی۔'' عدین نے کہا: ''نہیں میری جوتی واپس کرو...... میں ہرگز تمہیں یہ نہیں لینے دوں گی۔'' جادوگرنی نے اسے ڈانٹ کر خاموش رہنے کے لیے کہا۔ عدین نے غصے میں قریب سے



پانی کی بالٹی اٹھا کر جادوگرنی پر ڈال دی۔

پانی پڑتے ہی جادوگرنی چیخنے چلانے لگے...... اس کا جسم برف کی طرح پگھلنا شروع ہو گیا تھا......اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جادوگرنی پانی بن کر بہہ گئی۔ اس موت کے ساتھ ہی تمام جادو ختم ہو گئے اور لوگ خوشی سے ناچنے گانے لگے۔

جادوگر نے وعدے کے مطابق سب کی فرمائشیں پوری کر دیں اور عدین کو بھی اس کے والدین کے پاس پہنچا دیا۔ عدین کے والدین نے اسی جگہ ایک نیا اور پہلے سے زیادہ خوبصورت گھر بنا لیا تھا۔

